إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

اللہ اکبر

تار کا پتہ الفضل قادیان

الفضل قادیان

ہفتہ میں دو بار

ایڈیٹر غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

قیمت فی پرچہ ۱؎ — قیمت سالانہ پیشگی ۶ روپے

نمبر ۵۵ | مورخہ ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۱۳ شعبان سنہ ۱۳۴۸ھ | جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

جناب سیٹھ ابوبکر صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سماٹرا نے جو گذشتہ اکتوبر کی ۱۹ تاریخ مولوی رحمت علی صاحب مبلغ سماٹرا کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ ۱۰ جنوری بعد نماز جمعہ قصر خلافت میں ایک سو کے قریب اصحاب کو دعوت چائے دی۔ تاکہ اپنی واپسی سے قبل انسے ملاقات کر سکیں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے باوجود علالت طبع شرکت فرمائی۔ سیٹھ صاحب چونکہ اُردو نہیں جانتے۔ اس لئے ملایا زبان میں انہوں نے ہمہ تن رقت اور سوز بن کر تقریر فرمائی۔ اور گو سامعین میں سے چند اصحاب کے سوا باقی تقریر نہ سمجھ سکتے تھے۔ تاہم اخلاص محبت کے اس پیکر کو دیکھ کر اس درجہ متاثر ہوئے۔ کہ بعض کے آنسو نکل آئے۔ اگرچہ جناب سیٹھ صاحب کی تقریر کا مفہوم مولوی رحمت علی صاحب نے اردو میں بیان کیا۔ تاہم ساتھ ہی یہ بھی عذر کیا۔ کہ جن الفاظ میں اور جس رنگ میں سیٹھ صاحب نے اپنے اخلاص کا اظہار کیا ہے اس کا اُردو میں بیان کرنا ناممکن ہے ؛

قادیان کے رُوحانی برکات۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحبت کے فیوض اور حضور کی نوازشات۔ احمدیوں کے محبت والفت کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے سیٹھ صاحب پر بار بار اس قدر رقت طاری ہو جاتی۔ اور آنکھیں اشک بار ہو جاتیں۔ کہ انہیں تقریر بند کرنا پڑتی ؛

سیٹھ صاحب کی تقریر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے نہایت ہی دل پذیر تقریر فرمائی۔ جس میں بیان کیا۔ کہ باوجود سیٹھ صاحب کی تقریر نہ سمجھنے کے ان کی حالت اس قدر مؤثر تھی۔ کہ بے اختیار دل کھنچا جاتا تھا ؛

سیٹھ صاحب کی تقریر کا مفہوم اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی مفصل تقریر انشاء اللہ اگلے پرچہ میں شائع کی جائے گی ؛

۱۱ جنوری طلباء سماٹرا نے جناب سیٹھ صاحب کو دعوت چائے دی اور ملایا میں طویل ایڈریس پیش کیا۔ سیٹھ صاحب نے جواب میں تقریر کی ؛

نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ کہ مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل کی اہلیہ صاحبہ کا ۱۱ جنوری طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے پڑھائی۔ اور مرحومہ مقبرہ بہشتی میں دفن کی گئیں۔ ہمیں اس صدمہ میں مولوی صاحب موصوف اور ان کے خاندان کے ساتھ گہری ہمدردی ہے۔ خدا تعالےٰ انہیں صبر دے احباب مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اور یہ بھی دُعا کریں۔ کہ خدا تعالےٰ ان کے تین خورد سال بچوں کو جن کی غور و پرداخت کا سارا بوجھ اب مولوی صاحب موصوف پر آ پڑا ہے۔ لمبی عمر عطا کرے اور دین کے خدمت گذار بنائے ؛

۱۱ جنوری چار بجے بعد دوپہر کی گاڑی سے جناب سیٹھ ابوبکر صاحب سماٹرا کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک بہت بڑا مجمع جس میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ مولوی عبدالرحیم صاحب درد۔ چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے - مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب ناظر اعلیٰ۔ مولوی محمد الدین صاحب بی اے قاضی محمد عبداللہ صاحب بی اے شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری۔ شیخ یعقوب علی صاحب۔ مولوی فضل الدین صاحب بھی شامل تھے سٹیشن پر الوداع کہنے کے لئے موجود تھا۔ سیٹھ صاحب نے ہر ایک سے مصافحہ کیا۔ سب مجمع نے دُعا کی۔ بہت سے سماٹری طلباء امرتسر تک ساتھ گئے ؛

افریقہ میں اشاعتِ اسلام

حکیم فضل الرحمٰن صاحب کی واپسی

۲۹ ستمبر حکیم فضل الرحمٰن صاحب گولڈ کوسٹ سے آٹھ سال مسلسل اشاعت اسلام کا کام کرنے کے بعد ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کی روانگی پر جماعت کے احباب پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ کئی ایک دوست باوجود غربت کے سیکنڈی تک جو یہاں سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جہاز پر سوار کرانے کے لئے گئے۔ یہاں کی بندرگاہوں پر جہاز کنارے پر نہیں آتے۔ ہم سب لوگ کشتی میں بیٹھ کر جہاز تک پہونچے۔ آخر ٹھیک گیارہ بجے ایام جہاز نے روانگی کا بگل بجایا۔ میرے لئے حکیم صاحب ہندوستان کی آخری اور مجسم یاد تھے۔ معانقہ کیا۔ اور دل پر پتھر رکھ کر کشتی میں اتر آیا۔ جہاز روانہ ہو گیا۔ ہمارے احباب دیر تک اپنے محب و محسن کی چھپتی ہوئی صورت دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ ہماری آنکھوں سے بالکل اوجھل ہو گئے۔ محترم حکیم صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تخت گاہ کو واپس جانا آپ کے لئے مبارک ہو۔ اللہ تعالےٰ کی بے شمار نعمتیں آپ پر۔ آپ کے والدین پر۔ اور آپ کے احباب پر نازل ہوں۔ اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو یاد فرماتے رہنا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام پر ہمارے لئے دُعا خیر فرمانا۔

حکیم صاحب کے جانے سے سکول کو ایک حد تک نقصان پہونچا ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل اور کرم سے ہماری راہ نمائی فرمائے۔ اور ہمارے سکول کو بیش از پیش ترقی عطا فرمائے۔

نومبائعین

ایام زیر رپورٹ میں ۱۸۔ اشخاص سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ جن کے نام حضرت صاحب کی خدمت میں بیعت کے لئے بھیجے جا چکے ہیں۔

تبلیغ

اس وقت ہمارے پاس مشن کی کوئی کار نہیں ہے۔ اس لئے تا حال میں نے حکیم صاحب کے بعد کوئی تبلیغی دورہ نہیں کیا۔ اس ملک میں تبلیغ کے لئے بغیر باورچی اور ترجمان کے سفر کرنا ناممکن ہے۔ اور سفر کے اخراجات اس قدر ہو جاتے ہیں۔ کہ ہندوستان کے احباب اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ پرسوں ۴۔ نومبر ۱۹۲۹ء ایک جگہ جا رہا ہوں۔ جماعت کے تمام احباب کو بلایا ہے۔ عام تربیت اور تبلیغ کے متعلق تجاویز پر غور کیا جائیگا۔

مسیحیوں کو تبلیغ

میں نے اگست کے آخری ایام میں ایک خط یہاں کے مسیحی لوگوں کے نام لکھا تھا۔ جو بعض اخبارات میں شائع ہوا۔ اس میں اختصار سے حضرت مسیح کی الوہیت کی تردید اور ان کی موت کا ذکر بائیبل کے حوالہ جات کے ساتھ کیا۔ اور بتایا تھا۔ کہ حضرت خاتم النبیین صلعم انجیل کی پیشگوئیوں کے بموجب تشریف لائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشخبری سنائی۔ بعد ازاں ایک اور مضمون دو اخبارات میں شائع کرایا گیا۔ جس میں تفصیل کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کا اعلان کیا۔ اور حضرت الیاس علیہ السلام کی دوبارہ آمد سے مقابلہ کر کے دکھلایا۔ کہ اب مزید انتظار فضول ہے۔ اس پر سلسلہ احمدیہ کے خلاف چار مضامین مختلف اخبارات میں لکھے گئے۔ جن میں ہمارے دلائل پر جرح کی گئی۔ بفضلہ تعالےٰ اس وقت تک تمام ضروری سوالات کے جوابات پریس میں بھیجدیئے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک شائع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں وہ ایڈریس جو ۱۹۲۲ء میں پرنس آف ویلز کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ مع جواب کے شائع ہونے کی غرض سے ارسال کر چکا ہوں۔ آج یہاں کے سب سے مشہور اخبار کی طرف سے اطلاع ملی ہے۔ کہ وہ جلد از جلد شائع کر دے گا۔ ایک اور مضمون "عیسائیت کے متعلق اسلام کا رویہ" کے موضوع پر آج لکھ کر ایک دوسرے اخبار کو ارسال کر دیا گیا ہے۔ گویا حضرت درد صاحب کے ایک مضمون کو اپنی ضروریات کے مطابق میں نے ڈھال لیا ہے۔ یہاں کے اخبار ہفتہ وار شائع ہوتے ہیں۔ سخت متعصب لوگ ہیں۔ عیسائیت ان میں گھر کر چکی ہے۔ لیکن فی الحقیقت یہ لوگ یورپین اقوام کی طرح مذہب سے دور نہیں ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت دے دے۔ تو یقیناً یہ لوگ اسلام کے احکام پر عملاً کاربند ہو جائیں گے۔

تعلیم یافتہ احمدی

جو احباب جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ ان میں ایک صاحب Mr. Moses نام محکمہ جیل میں ملازم ہیں۔ ہماری جماعت میں خواندہ لوگ بہت کم ہیں۔ اس لئے مسٹر موصوف کا جماعت میں داخل ہونا میرے لئے خاص طور پر خوشی کا موجب ہوا ہے۔ احباب سب کے لئے دعا فرمائیں۔ مسٹر Moses نے پانچ شلنگ ماہوار چندہ کا وعدہ کیا ہے۔

خاکسار۔ ایم۔ این۔ احمد۔ از سالٹ پانڈ۔ مورخہ ۱۲۔ نومبر ۱۹۲۹ء

تبلیغ مسیحی کے مقابلہ کیلئے ایک نئی کتاب

برادرم منیر الحصنی نے بلو دان سے ایک پادری صاحب سے الوہیت مسیح پر تحریری مباحثہ کے لئے لکھا جس پر میں نے پادری صاحب کو سوالات لکھ کر بھیجے۔ انہوں نے میرا خط مصر کے رسالہ بشائر السلام کے ایڈیٹر صاحب کو برائے جواب بھیج دیا۔ جب مجھے اس کا پہلا نمبر ملا۔ تو میں نے ایڈیٹر صاحب سے بذریعہ خط دریافت کیا۔ کہ آیا۔ آپ جواب الجواب شائع کریں گے یا نہیں۔ انہوں نے میرے خط کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور میرے سوالوں کے جواب کے آخر میں لکھ دیا۔ بحث و مباحثہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

آخر میں نے اس مسئلہ پر ۲۰۷ صفحہ کی کتاب لکھی جس کا نام ہے "البرھان الصریح فی ابطال الوھیۃ المسیح" یہ کتاب چھپ چکی ہے جس میں پانچ فصلیں اور ایک مقدمہ ہے۔ مقدمہ میں مباحثات کی ضرورت ثابت کی گئی ہے۔ فصل اول میں موضوع کتاب کے انتخاب کی وجہ بیان کی گئی ہے فصل دوم میں قرآن مجید سے الوہیت مسیح کو باطل ثابت کیا ہے۔ اور عہد نامہ مقدس کا ذکر کیا ہے۔ فصل سوم میں بائبل سے پندرہ دلائل ابطال الوہیت مسیح پر پیش کئے ہیں۔ اور فصل چہارم میں اناجیل کے دوسرے اقوال سے اور فصل پنجم میں مسیحیوں کے بیس دلائل کا جو اثبات الوہیت مسیح پر پیش کرتے ہیں۔ رد لکھا ہے۔ اور آخر میں تمام پادریوں کو چیلنج دیا ہے۔ کہ اگر وہ اپنے عقائد میں اپنے آپ کو حق پر خیال کرتے ہیں تو وہ میدان مناظرہ میں نکلیں۔ اور جس مسئلہ پر چاہیں۔ بحث کر لیں۔

آخر میں برادرم منیر الحصنی نے چار صفحات کا مضمون "دعوت عامہ" کے عنوان سے لکھا ہے۔ اور اپنے ایک قصیدہ کے ساتھ ختم کیا ہے۔

یہ کتاب ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں چھاپی گئی ہے۔ جس کا اکثر حصہ مفت تقسیم کیا جائے گا۔ اس کتاب پر تقریباً ۹۔ پونڈ خرچ آیا ہے۔ جس میں سے برادرم الحاج الشیخ محمد طٰہ السکاف نے تین پونڈ اور ان کے صاحبزادہ نے ایک پونڈ مد اعانت طبع میں دیا۔ جزاھما اللہ احسن الجزاء۔ اور باقی پانچ پونڈ جماعت احمدیہ شام و فلسطین کے چندہ میں سے خرچ کیا گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مسیحیوں میں سے سعید روحوں کو قبولیت حق کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

خاکسار جلال الدین شمس احمدی از حیفا فلسطین۔ مورخہ ۶۔ دسمبر ۱۹۲۹ء

اخبار احمدیہ

عزت افزائی ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب سب اسسٹنٹ سرجن و امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ کو گورنمنٹ نے ان خدمات کے صلہ میں جو ڈاکٹر صاحب موصوف نے کیں۔ یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو "خانصاحب" کا خطاب عطا فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کو یہ خطاب مبارک ہو۔ خاکسار فخر الدین سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ کوئٹہ۔

اعلان نکاح میرے بڑے لڑکے غلام باری کا نکاح عزیزہ صفیہ بیگم دختر نور محمد صاحب نمبردار فیض اللہ چک سے ۲۷۔ دسمبر کو مبلغ ۵۰۰ روپیہ مہر پر ہوا ہے۔ حکیم غلام محمد آف قبولہ ضلع منٹگمری۔

۱۳۔ میرے لڑکے مسمی عزیز حسین صاحب انگلش ٹیچر پاک پٹن گورنمنٹ ہائی سکول کا نکاح سماۃ خدیجہ بیگم دختر منشی عبد الحکیم صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈپٹی کمشنر ضلع جہلم سے بعوض مہر یک ہزار معہ زیور جناب صوفی غلام محمد صاحب بی اے نے ۲۹ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل 26

نمبر ۵۵ قادیان دار الامان مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۳۰ء جلد ۱۷

حکمرانی کیلئے ضروری صفات

ہندوستان پر حکومت کرنے کی مدعی کانگریس کی اندرونی حالت

خدا تعالےٰ کے انبیاء دُنیا میں نہ صرف گم گشتگانِ راہ ہدیٰ کو صراطِ مستقیم دِکھانے۔ خدا تعالےٰ کے مقرب بنانے۔ اور روحانیت کے مراحل طے کرانے کے لئے آتے ہیں۔ بلکہ تہذیب و اخلاق کے اعلےٰ مدارج پر پہنچانے۔ تنظیم و تربیت کے گر بتانے۔ وقار اور سنجیدگی سکھانے۔ اطاعت اور فرمانبرداری کا سبق پڑھانے غرضکہ وُہ تمام صفات پیدا کرنے کے لئے بھی مبعوث ہوتے ہیں۔ جو کسی قوم کے لئے دنیا میں سربلندی اور سرافرازی کا باعث ہوتی ہیں۔ اور جن پر ہر ایک دُنیوی ترقی کی بُنیاد رکھی جاتی ہے :-

مُسلمان جو ایک زمانہ میں تمام دُنیا سے زیادہ مہذب اور منظم تھے۔ جن میں اطاعت اور فرماں پذیری کا مادہ سب سے زیادہ پایا جاتا تھا۔ جن کے وقار اور تمکنت کی نظیر نہیں ملتی تھی۔ جب اپنی بدقسمتی سے ان تمام صفاتِ حسنہ سے محروم ہو گئے۔ اور دُنیا کی نظروں میں سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر قرار پا گئے۔ تو خُدا تعالےٰ نے ان کی حالتِ زار پر رحم فرما کر اپنے محبوب فخرِ دو عالم رحمۃ للعالمین کے صدقے ان کی اصلاح اور ترقی کے لئے اپنے ایک برگزیدہ مَوعُودِ کُل ادیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے تن تنہا۔ بے یار و مددگار ہر قسم کے دنیوی ساز و سامان سے تہی دست ہونے کے باوجود مسلمانوں کی روحانی اور دنیوی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اور بڑی بڑی مخالف طاقتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک قلیل عرصہ میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی۔ جو خُدا کے فضل سے ان تمام خوبیوں کی حامل ہے۔ جن کی ترقی کرنے اور عظمت حاصل کرنے والی جماعت کو ضرورت ہوتی ہے اور آج ہم فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ سرزمین ہند میں کوئی قوم کوئی پارٹی اور کوئی انجمن ایسی نہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا باوجود اس کی بالکل ابتدائی حالت کے ان اُمور میں مقابلہ کر سکے جن پر ترقی کی بنیادیں استوار کی جاتی ہیں :-

اس وقت ہم ہندوستان کی تمام ان انجمنوں اور سوسائیٹیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے جو حشرات الارض کی طرح جابجا پھیلی ہُوئی ہیں۔ ہندوستان کی سب سے بڑی اور سب سے ذمہ وار جماعت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جو کانگریس کے نام سے موسوم ہے اور جس میں ہندوستان کے تمام ایسے چوٹی کے افراد شامل ہیں۔ جو اپنے آپ کو تہذیب کے اعلےٰ مقام پر پہونچے ہُوئے یقین کرتے ہیں :-

کانگریس کا جو اجلاس حال میں لاہور ہُوا ہے۔ اس کی شان و شوکت۔ اس کے جوش و خروش اور اس کی کارگذاریوں سے سارے ہندوستان کی فضا گُونج رہی ہے۔ اسے نہایت ہی کامیاب اور بے نظیر اجلاس قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ ساز و سامان کی افراط۔ آرائش و زیبائش کی کثرت۔ لوگوں کے ہجوم۔ جوشیلی اور انقلاب انگیز تقریروں اور تجویزوں نے اس اجلاس کو خاص درجہ دے دیا ہے۔ لیکن باوجُود اس کے گہری نظر سے دیکھنے اور سنجیدگی سے غور کرنے والوں کو ایسی باتیں صاف نظر آ رہی ہیں۔ جو بتاتی ہیں۔ کہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے ابھی ایک طویل رستہ طے کرنا باقی ہے۔ اور جب تک وُہ رستہ طے نہ ہولے۔ اس وقت تک خواہ سوراج کے معنی "مکمل آزادی" قرار دے لئے جائیں۔ اور آزادی کا جھنڈا ابھی گاڑ لیا جائے۔ تو بھی یہ صرف دل بہلانے کی باتیں ہیں :-

ہر ایک کام کے لئے ضروری چیز ضبط اور انتظام ہوتی ہے اور ایک ایسی پارٹی جو ایک قائم شُدہ حکومت کو برطرف کر کے خود ملک کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لینے کا دعوےٰ رکھتی ہو۔ اس کے لئے تو نہایت ہی ضروری ہے۔ کہ کم از کم اپنے سالانہ اجتماع میں ضبط اور ڈسپلن کا وُہ نمونہ دکھائے۔ جو حکمران قوموں کے ہر چھوٹے بڑے کام میں نظر آتا ہے۔ لیکن حالت کیا تھی۔ کانگریس کے ایک نہایت ہی شیدائی ایڈیٹر صاحب "ملاپ" کی اس کے متعلق رائے ہے :-

"سب سے پہلی بات میں نے کانگریس میں یہ دیکھی۔ کہ ہمارے اندر ابھی ڈسپلن کا لیش ماتر بھی نہیں آیا۔ یعنی ضبط اور ڈسپلن بالکل ندارد تھا" :-

پھر اس کی تشریح کرتے ہُوئے صدر کانگریس کے جلوس۔ آزادی کا جھنڈا لہرانے کی رسم اور لالہ لاجپت رائے کے مجسمہ کی نقاب کشائی کا ذکر کر کے لکھا ہے :-

"اتنی ابتری۔ اتنی بے ترتیبی۔ ان تین موقعوں پر دیکھنے میں آئی۔ کہ جس پر کوئی پنجابی اور کوئی ہندوستانی شرمندہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور نہ صرف ان تین موقعوں پر بلکہ سبجیکٹس کمیٹی کے اندر اور کھُلے اجلاس میں بھی ڈسپلن کی کمی نظر آئی۔ ہر شخص صدر کے فرائض ادا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور ہر شخص کے دل میں یہ آتا تھا۔ کہ اگر میں نہیں بولوں گا۔ تو ہندوستان بچ نہیں سکتا۔ صدر کا احترام اور اس کے احکام پر عمل درآمد کرنے کا بہُت کم خیال نظر آتا تھا"

("ملاپ" ۴ جنوری ۱۹۳۰ء)

یہ الفاظ پیش کر کے ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں۔ کیا جس قوم کے ضبط اور انتظام کا یہ حال ہو۔ وُہ اس بات کی مستحق ہے۔ کہ کسی ملک کی قسمت اُس کے ہاتھ میں آ جائے۔ اگر نہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ وُہ صفات پیدا کرنے کی تو کوشش نہیں کی جاتی۔ جو حکمرانی کے لئے ضروری ہیں۔ اور مطالبہ مکمل آزادی کا کیا جاتا ہے :-

ترقی کرنے کے لئے دوسری چیز قوم کے افراد کا ایک سلک میں منسلک ہونا اور ایک دوسرے سے مخلصانہ تعلقات رکھنا ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ یہ بات بھی کانگریس میں نظر نہ آئی۔ چنانچہ "ملاپ" کا بیان ہے۔ "لیڈر آپس میں مل کر بیٹھ بھی نہیں سکتے؟" "لیڈروں کے اندر اچھی خاصی جنگ زرگری دیکھی۔ طاقت اور عہدوں کی بھوک بُری طرح بعض لیڈروں کو ستا رہی ہے"

غور کے قابل بات ہے۔ کیا کامل آزادی حاصل کرنے والوں کے یہی لچھن ہُوا کرتے ہیں :-

قوموں اور ملکوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے والوں کا اولین فرض ہے۔ کہ ہر بات اور اس کے ہر پہلو پر پورا پورا غور و خوض کریں۔ اور پھر مُنہ سے نکالیں۔ لیکن کانگریس کی یہ حالت تھی۔ کہ

"سبجیکٹس کمیٹی کے اندر بھی اور کھُلے اجلاس میں بھی بہُت تھوڑے لوگ تھے۔ جو سنجیدگی سے معاملہ پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یا تو ڈیلیگیٹ ہی کچھ ایسی ہی قسم کے آئے ہُوئے تھے۔ اور یا پھر وُہ اپنے ملک کا مستقبل بنانے کے لئے لاپرواہ ہو رہے تھے"

گویا کانگریس کا اجلاس بچّوں کا کھیل تھا۔ جو نہایت بے پرواہی کے ساتھ کھیلا گیا۔ یہ اُس کانگریس کے حالات ہیں۔ جو ہندوستان کے کئی کروڑ انسانوں کی قسمت کا اپنے آپ کو مالک سمجھتی ہے۔ اور ان پر حکومت حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے :-

اس کے مقابلہ میں ہم جماعت احمدیہ کی تنظیم - اس کے ڈسپلن اس کے ضبط کو جب دیکھتے ہیں - اور ہر بات میں سنجیدگی اور وقار پاتے ہیں - تو معلوم ہوتا ہے - کہ دُنیوی تجربوں اور کوششوں سے یہ باتیں حاصل کرنے والوں کی نسبت ایک برگزیدہ خُدا کی آواز پر لبیک کہنے سے یہ بہت جلد اور باسانی حاصل ہو سکتی ہیں ۔

جماعت احمدیہ کا حال ہی میں جو سالانہ جلسہ ہوا ہے - اسے دیکھنے والا ہر شخص تسلیم کرے گا - کہ ہماری جماعت اپنے ڈسپلن اور انتظام کے لحاظ سے باوجود غریبوں کی جماعت ہونے کے نظیر نہیں رکھتی - پھر جن اصحاب کو ہماری جماعت کی مجلس شوریٰ کے اجلاس دیکھنے کا موقعہ ملا ہے - وہ جانتے ہیں - ہر ایک بات پر کس قدر اور سنجیدگی سے غور کیا جاتا - ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا کس طرح لحاظ رکھا جاتا - اور پیچیدہ سے پیچیدہ معاملہ میں کس قدر اطاعت اور فرمانبرداری کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے ۔

غرض وہ سب باتیں جماعت احمدیہ میں خُدا کے فضل سے موجود ہیں - جو دنیوی ترقی کے لئے ضروری ہیں - لیکن چھوٹے پیمانہ پر کیونکہ جماعت کی عمر ہی چھوٹی ہے - جوں جوں جماعت ترقی کرتی جائیگی اس کی یہ خوبیاں بھی نمایاں ہوتی جائیں گی - اور ہم یقین رکھتے ہیں وہ وقت آ جائے گا - جبکہ دُنیا کے اہم سے اہم اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کا حل ہماری جماعت کے ہاتھ میں ہوگا ۔

کیا حقوق طلب کرنا لعنت ہے

ہندوؤں نے بعض مسلمان کہلانے والے لیڈروں اور آقاؤں پر ایسا جادو کر رکھا ہے - کہ بغیر اس بات کا خیال کئے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں - جو کچھ انہیں سکھایا جاتا ہے - اسے رٹنا شروع کر دیتے ہیں - لاہور کے ایک جلسہ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تقریر کرتے ہوئے کہا :-

"مسلمانو! حقوق مانگنے کو میں لعنت سمجھتا ہوں - ایسے مانگنے سے ڈوب مرو - کیا شرم نہیں آتی ہے - اپنے وطن کو آزاد کراؤ"
(زمیندار ۴ - جنوری ۳۰ء)

یہ تلقین اس امر کے متعلق کی گئی ہے - کہ مسلمان ہندوؤں سے اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کریں - لیکن کیا کوئی انسان جسے عقل و فکر کا ایک ذرہ بھی نصیب ہوا ہو - اس قسم کے الفاظ منہ سے نکال سکتا ہے - اگر حقوق طلب کرنا لعنت ہے - تو اپنے ملک پر خود حکومت کرنے کا حق مانگنا بھی لعنت ہونی چاہئے - اور یہ مطالبہ کرنے والوں کو بھی شرم آنی چاہیئے - لیکن کیا کوئی صحیح الدماغ انسان ایسا ہو سکتا ہے جو یہ کہے - پھر مسلمانوں کو اپنے حقوق طلب کرنے کی وجہ سے کیوں شرم دلائی جاتی اور ان پر لعنت برسائی جاتی ہے - بات یہ ہے - کہ ایسے لوگ ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر مسلمانوں کی تباہی اور بربادی میں نامعقول سے نامعقول طریقہ سے اضافہ کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے ۔

غیر مبائعین اور حضرت مسیح موعود

غیر مبائعین روز بروز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے جس قدر دور اور نفور ہو رہے ہیں - اس کے متعلق کسی تشریح کی ضرورت نہیں - ان لوگوں کی ایک ایک حرکت بتا رہی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی واضح سے واضح بات کی اپنی ہوا و ہوس کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے - اور نہایت ڈھٹائی سے اس کا انکار کر دیتے ہیں ۔

غیر مبائعین نے اپنے گذشتہ جلسہ سالانہ پر کچھ وقت احمدیوں سے بحث و مباحثہ کے لئے رکھا - انہوں نے سمجھا ہوگا - کونسا احمدی ہے جو اپنے جلسہ سالانہ کو چھوڑ کر ان سے بحث کے لئے آئے گا - مگر مولوی محمد نذیر صاحب مولوی فاضل لائل پوری نے وہاں پہونچکر مسئلہ نبوت کے متعلق ان کے لیکچرار صاحب کا ایسا قافیہ تنگ کیا - کہ انہیں بھرے جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاف اور صریح حوالوں کا انکار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا - غیر مبائعین کے لئے یہی بات نہایت قابل شرم تھی - اور اس سے ان کی احمدیت ظاہر ہو چکی تھی - کیونکہ "حضرت امیر" سے لے کر ایک عامی تک نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کو پس پشت ڈال دینے میں ذرا بھی ندامت محسوس نہ کی - لیکن اسی پر بس نہیں کی گئی "پیغام صلح" (۳ - جنوری) نے بڑے فخر سے اس کا عام اعلان بھی کر دیا ہے - چنانچہ لکھا ہے :-

"مولوی نذیر حسین صاحب قادیانی نے مولوی عصمت اللہ صاحب کی تردید کی - اور لفظی الٹ پھیر سے کام نکالنا چاہا - اور حضرت مرزا صاحب کے بعض فقرات کو بطور سند پیش کیا - لیکن مولانا عصمت اللہ صاحب کے اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا - کہ آپ مرزا صاحب کا قول پیش نہ کیجئے"

بے شک مولوی محمد نذیر صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا - اور نہ کسی اور ایسے شخص کے پاس ہو سکتا ہے - جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالےٰ کا راستباز یقین کرتا ہے - لیکن کیا اس سے یہ ظاہر نہیں - کہ غیر مبائعین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال اپنے نو ایجاد عقائد کے بالکل خلاف سمجھتے ہیں - اور اس وقت تک کسی احمدی کے پنجہ سے گلو خلاصی نہیں کرا سکتے - جب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کو جواب نہ دیدیں ۔

مولوی محمد علی صاحب کی تربیت میں رہ کر غیر مبائعین اسے اپنا کمال سمجھ رہے ہیں - لیکن حقیقت یہ ہے - کہ مولوی صاحب نہ صرف خود اپنے سابقہ عقائد تبدیل کر کے تحت الثریٰ میں گر چکے ہیں - بلکہ اور بھی کئی لوگوں کو ضلالت کے گڑھے میں گرانے کا باعث بن چکے ہیں - اور اب ان لوگوں کا احمدیت سے صرف نام کا تعلق ہے - ورنہ احمدیت کی کوئی خصوصیت ان میں باقی نہیں رہی - اور سمجھ میں نہیں آتا - نام کا تعلق بھی انہوں نے کیوں رکھا ہوا ہے - جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی قول کو اپنے لئے حجت نہیں سمجھتے ۔

آل انڈیا آریہ لیڈیز کانفرنس

ایام کانگریس میں ہندو عورتوں کی بھی ایک کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی - جس میں استقبالیہ کمیٹی کی صدر شریمتی پورن دیوی نے ہندو عورتوں کا نہایت دردناک پیرایہ میں ذکر کیا :-

"آپ نے اس امر پر حیرانی کا اظہار کیا - کہ ہندوؤں کے بعض شاستروں میں عورت کے متعلق اس قدر تعصب کا اظہار کیوں کیا گیا ہے . . .
. . . آپ نے نہایت افسوس کے ساتھ کہا - کہ اور تو اور - بھگوان رام کا چرتر لکھنے والے بھگت تلسی داس جی بھی جن کے دل میں بھگوتی سیتا کا بہت پریم تھا - عورتوں کے خلاف یہ لکھنے سے باز نہ رہے - کہ عورت اور ڈھول تاڑنے سے ہی ٹھیک ہوتے ہیں"

یہ اور اسی قسم کے اور خطرناک مظالم کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اپنی بہنوں سے کہا - "آپ کو اپنی اس حالت پر خود ہی غور کرنا چاہیئے" (گورو گھنٹال ۱۱ - جنوری ۳۰ء)

پورن دیوی جی کے ان الفاظ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہندو عورتوں پر جو خوفناک مظالم ہو رہے ہیں - وہ ہندو شاستروں کی تعلیم کے نتیجہ میں ہیں - اور "اس حالت پر غور" کرنے کے معنے صرف یہی ہو سکتے ہیں - کہ ان شاستروں کو خیرباد کہہ دیا جائے - حیرانی تو اس بات پر ہے - کہ ہندو عورتوں کے ہندو شاستروں کے خلاف اس کھلم کھلا اور پُر زور احتجاج کے باوجود ہندوستان میں ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے - جو ہندو شاستروں کے راگ گاتا نہیں تھکتا اور ساتھ ہی عورت کے متعلق ان کی تعلیم کو اسلامی تعلیم سے فائق و برتر ثابت کرنے کے خواب پریشان دیکھ رہا ہے ۔

آل انڈیا تبلیغ کانفرنس

ہندوستان میں تبلیغ اسلام جو اہمیت رکھتی ہے - اس کے پیش نظر ایک آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کے اجلاس کا اعلان نہایت ہی مسرت انگیز امر تھا - لیکن کانفرنس کی کارروائی اس لحاظ سے بالکل مایوس کُن ہے - کہ اس میں تبلیغ کے سلسلہ میں کوئی عملی اور ٹھوس کام کرنے کا اعلان نہیں کیا گیا - بلکہ بڑے بڑے مقررین کی ہنگامہ خیز تقریریں اور بڑے بڑے علماء و فضلاء کے خطبات تمام کے تمام زبانی جمع خرچ اور سکیمیں پیش کرنے کے لئے ہی وقف نظر آتے ہیں - مسلمانوں کے اندر تجاویز بتانے والوں کی کمی نہیں - بلکہ مسلمانوں کے لئے جو چیز اس وقت اشد نقصان کا موجب ثابت ہو رہی ہے - وہ ان میں مخلص اور عملی کارکنوں کا فقدان ہے ۔

اگر کوئی فرقہ واقعی اشاعت اسلام کی اہمیت کا احساس رکھتا ہے - تو اُسے چاہیئے - باتوں کو چھوڑ کر عملی طور پر کچھ کر کے دکھائے ۔

27

اشارات

اس کی طرف کچھ بھی التفات کریں۔ کیونکہ بت پرستی کے نشہ میں وہ اس قدر سرشار ہیں۔ کہ اس قسم کی ترشی ان پر کچھ بھی اثر نہیں کر سکتی۔

قرآن کریم نے ان لوگوں اور ان کے معبودوں کا نہایت ہی عبرتناک نقشہ کھینچتے ہوئے ان کی فطرت کو اس طرح بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا و لو اجتمعوا لہ و ان یسلبھم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ ضعف الطالب و المطلوب۔ کہ وہ لوگ اللہ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ سب کے سب جمع ہو کر اس کے لئے کوشش کریں۔ اور مکھی کا پیدا کرنا تو بڑی بات ہے۔ ان میں تو اتنی بھی ہمت نہیں۔ کہ اگر مکھی ان کے چڑھاوے میں سے کچھ اٹھا کر لے جائے، تو اس سے چھین سکیں۔ بات یہ ہے۔ یہ طالب و مطلوب نہایت ہی کمزور ہیں۔

"قبلہ عالم و عالمیان حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نے اعلان کیا تھا۔ کہ "شاردا ایکٹ کی خلاف ورزی کرنے کے لئے میں اپنے متعلقین کو حکم دونگا۔ کہ وہ دس دس برس کی عمر والی لڑکیوں کے نکاح ایک ہی رات میں کر دیں۔ اور اس طرح ایک ہی رات میں دس ہزار نکاح کرا دونگا"

اس پر ان کے متعلقین میں سے ایک معزز مسلمان نے انہیں پیغام بھیجا۔ کہ "خدا کے واسطے شاہ صاحب مسلمانوں کی دس ہزار لڑکیوں پر رحم فرمائیں۔ اور نکاحوں میں سعی نہ فرمائیں"

اس کا جواب پیر صاحب نے بالفاظ سیاست (۲۰ جنوری) "تاہور میں عرفان و روحانیت کی بارش" برساتے ہوئے یہ دیا ہے۔ "فقیر ان کی استدعا پر فیصلہ کرتا ہے۔ کہ سارد ایکٹ مداخلت فی الدین ہے۔ اس لئے بجائے دس ہزار کے بیس ہزار لڑکیوں کے نکاح کرائے گا"

پیر صاحب سے استدعا کرنیوالے صاحب حیران ہونگے۔ کہ اچھا جواب ملا۔ پہلے اگر پیر صاحب نے دس ہزار دس سالہ لڑکیوں کے ایک رات میں نکاح کرانیکا اعلان کیا تھا۔ تو استدعا رحم پر اس تعداد کو دوگنا کر دیا۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اگر پہلے دس ہزار نابالغ لڑکیوں کے ایک ہی رات میں نکاح کر لینے سے مداخلت فی الدین کا سد باب ہو سکتا تھا تو پھر اب بیس ہزار نکاحوں کا اعلان کرنیکی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر دس ہزار نکاحوں سے کچھ کسر باقی رہ جاتی تھی۔ تو کیا بیس ...

سلطان محمود غزنوی نے اس زمانہ میں جبکہ موجودہ ذرائع سفر بالکل مفقود تھے۔ اور تھوڑی سی مسافت طے کرنا بھی بڑا کٹھن کام تھا۔ سینکڑوں میل چل کر نہایت بے سرو سامانی کی حالت میں سومنات پر حملہ کیا تھا۔ اور ہندوستان کے تمام راجوں مہاراجوں کے ٹڈی دل لشکروں کو جن کے پاس بے انتہا ساز و سامان تھا شکست فاش دے کر ثابت کر دیا تھا۔ کہ مندروں میں براجمان ہونے والے بت نہ صرف اپنے پجاریوں کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ بلکہ اپنی حفاظت سے بھی عاری ہیں۔ اور خدائے واحد کے پرستاروں کے مقابلہ میں ان کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔

یہ ایک ایسا سبق تھا۔ جس کے بعد ہندوستان میں نہ کوئی بت رہنا چاہیئے تھا۔ نہ بت پرست۔ لیکن محمود آخر اس بے مثال انسان کا جس نے عرب کی سرزمین کو بت پرستی کی لعنت سے ہمیشہ کے لئے صاف کر دیا۔ ایک ایاز ہی تو تھا۔ پس اس کا پرزور بازو سومنات کے سب سے بڑے بت کو بے شمار دولت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ریزہ ریزہ کرنے کا فخر تو حاصل کر سکا۔ لیکن بتوں کے پجاریوں کے دلوں سے بت مسمار نہ کر سکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد سومنات کا بت پھر بن گیا۔

حال میں "چھترپتی مہاراج سیواجی" کے تعمیر کرائے ہوئے ایک مندر پر محمود غزنوی کے بھائی بندوں کے ایک گروہ کے حملہ آور ہونے کی خبر ہندو اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ جس میں مذکور ہے۔

"مہابلیشور کے قریب پرتاپ گڑھ کے پہاڑی قلعہ میں پٹھان ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے دھاوا کیا۔ مندر کے اندر بہت سے پوجاری سو رہے تھے۔ ۱۵ ڈاکوؤں کی ایک جماعت مندر کے اندر داخل ہوئی۔ اور عمارت کے اندر کے افراد کو مارتے پیٹتے ہوئے مورتیوں کے بدن سے تمام جواہرات سونے و چاندی کے زیورات اتار کر فرار ہو گئی جن کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ لگایا جاتا ہے" (تیج ۱۸ر دسمبر)

صرف پندرہ پٹھانوں کا پہاڑی قلعہ کے اندر گھس کر اور مندر کے محافظوں کو مار پیٹ کر نہایت قیمتی جواہرات اور زیور حاصل کر لینا اگرچہ سومنات کے واقعہ کا ایک چھوٹے پیمانہ پر اعادہ ہے۔ اور بتوں کے پجاری اس سے بھی وہی سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ جو محمود غزنوی نے پڑھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن امید نہیں۔ بت پرست

سنگٹھنی تحریکیں

ہندو صاحبان ایک طرف تو کانگریس کے ذریعہ ہندوستان پر حکومت حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ دوسری طرف مہاسبھاؤں کے ذریعہ ایسی تحریکوں کو فروغ دے رہے ہیں جو غیر ہندوؤں کا ہندوستان سے نام و نشان مٹا دینے والی ہیں۔ چنانچہ ہندو مہاسبھا صوبہ متوسط نے اپنے ایک تازہ اجلاس میں فیصلہ کیا ہے۔ کہ

"تحاریک شدھی، سنگٹھن، اچھوت ادہار۔ گئو رکھشا کو ترقی دینے کی ہر مناسب کوشش کی جائے۔ ملک میں جا بجا اکھاڑے کھولے جائیں۔ نوجوانوں کو فوجی تربیت دی جائے۔ اور دھرم پرچار کے لئے کارکنوں کی ایک باقاعدہ انجمن بنائی جائے۔"

(تیج ۲۷ر دسمبر)

ہندو اس قسم کی تمام فرقہ وارانہ تحریکوں کو فروغ دیتے ہوئے پورے وطن پرست اور ملکی خادم کہلائیں۔ لیکن مسلمان اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے پر بھی فرقہ داری کے مجرم قرار دیئے جائیں

ہندو اگر ان تحریکوں کو فتنہ انگیزی کا ذریعہ نہ بنائیں۔ اور نہ اپنے زور و قوت، مال و دولت اثر و رسوخ کے ذریعہ جبر اور تشدد اختیار کریں۔ تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن مسلمانوں سے ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔ وہ ہندوستان میں زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ یا نہیں۔ اور کیا ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھے رہنے سے وہ زندہ رہ سکینگے۔ ہندو دنیوی لحاظ سے ہر رنگ میں مسلمانوں پر تفوق رکھنے کے باوجود نہایت سرگرمی کے ساتھ غیر ہندوؤں کو اپنے اندر جذب کر لینے یا ذلیل و حقیر بنا دینے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ لیکن صد افسوس۔ کہ مسلمان غفلت میں پڑے ہیں۔

تشدد کی تیاری

کانگریس کے اجلاس میں مالوی جی نے کہا۔

"اگر میں یہ دیکھوں۔ کہ انگریز عرصہ تک ہمیں ہنسی ہنسی میں ٹالا چاہتے ہیں۔ اور عدم تشدد کی بجائے تشدد سے کام نکلیگا۔ تو میں تشدد کے لئے بھی تیار ہوں"۔ (ملاپ ۳۰ر دسمبر)

یہ ایک ایسے ہندو لیڈر کا بیان ہے جسے سیاسی لحاظ سے بہت نرم مزاج سمجھا جاتا ہے۔ اگر ایسے لوگ بھی تشدد کیلئے تیار ہیں۔ تو یقیناً وہ وقت جلد آنیوالا ہے۔ جب یا تو انگریز ہندوؤں کی اس قسم کی دھمکیوں کے آگے ہتھیار ڈالدینگے۔ یا پھر ہندوستان کو آگ اور خون کے سمندر میں سے گذرنا پڑیگا۔ اس کیلئے ہندو ہر قسم کی تیاری کر رہے ہیں۔ اور اصل بات تو یہ ہے۔ کہ ابتک جو یہ نوبت نہیں آئی۔ تو اس کی یہی وجہ ہے کہ تشدد کرنیکی طاقت نہیں ہے چنانچہ صدر کانگریس نے بھی صاف طور پر کہدیا ہے۔ کہ جب ملک تشدد کیلئے تیار ہوگا۔ اور تشدد سے ملک کی بھلائی سمجھی جائیگی۔ تو پھر اسی کو اختیار کیا جا سکتا ہے" (ملاپ ۳۰ر دسمبر ۱۹۳۰ء)

---

۴۴ قوموں کی زندگی میں ایسے واقعات کا پیش آنا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ لیکن کامیاب وہی قوم ہو سکتی ہے جو مستقبل کے لئے تیاری کرتی ہے۔

مسئلہ سُود کی تشریح اور اُس کے نقصانات

جلسہ سالانہ میں جناب چودھری ظفراللہ خان صاحب بی۔ اے بیرسٹرایٹ لاء نے مندرجہ عنوان پر حسب ذیل تقریر فرمائی۔

اسلامی مساوات

یہ ایک عام فہم مسئلہ ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو اس سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ اس کے متعلق کچھ بیان کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہیدی طور پر میں بتادوں۔ کہ اسلام نے کس قسم کا مالی انتظام قائم کرنا چاہا ہے۔ اور اس کا نصب العین کیا ہے۔ سب سے پہلا مسئلہ جس کے نتیجہ میں پیدا شدہ اثر کے ماتحت اسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ کہ نہ سُود لوا ور نہ دو۔ یہ ہے۔ کہ اسلام نے مساوات قائم کی ہے۔ اور اسلامی تعلیم نے ہر شخص کیلئے میدان کھلا رکھنا چاہا ہے۔ تاکہ اپنی قابلیت کے مطابق جس قدر ہوسکے۔ ترقی کرتا چلا جائے۔ اور ہر اس روک کو بند کیا ہے جس سے کسی کی ترقی کے راستہ میں روک پیدا ہوسکے۔ اسلام نے سب سے پہلے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ربوبیت کے لحاظ سے خدا تعالےٰ نے جو سامان پیدا کئے ہیں وہ سب کے لئے یکساں ہیں۔ سورج۔ چاند۔ دن۔ رات کے تبادلہ کے فوائد اور قدرتی اسباب تمام انسانوں کیلئے یکساں ہیں، قدرت ہمیں بتاتی ہے۔ کہ تمام انسان بہ حیثیت انسان برابر ہیں۔ لیکن انسانوں کی استعدادیں مختلف ہیں۔ اور انسان کی ترقی اور دنیا کے ارتقاء کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ مختلف ہوں۔ تا تقابل سے دنیا ترقی کرسکے۔ یہ ایک بنیادی اصول ہے جو اسلام نے قائم کیا ہے۔ اور اسی کے ماتحت ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص تو جسمانی لحاظ سے بڑھا ہوتا ہے کوئی دماغی لحاظ سے۔ اسی لئے کوئی تجارت میں ترقی کرتا ہے کوئی سائنس کے انکشافات معلوم کرتا ہے۔ اور اسی کے اثرات کے ماتحت کوئی دولت میں بڑھا ہوا نظر آتا ہے۔ اور کوئی غریب دکھائی دیتا ہے۔ پھر چونکہ مختلف استعدادیں اللہ تعالےٰ نے دی ہیں۔ اور اسباب بھی اسی نے پیدا کئے ہیں۔ اور ایک انسان کی ترقی میں دوسرے بنی نوع کا بھی دخل رکھا گیا ہے۔ اس لئے مالی انتظام کے لئے بعض ایسے اصول مقرر کئے گئے ہیں۔ جو دوسرے مذاہب سے مختلف ہیں۔ یعنی دولت حاصل کرنے اسے تقسیم کرنے اور اسے استعمال کرنے کے اسلامی اصول دوسرے مذاہب کے اصول سے مختلف ہیں۔ اور ان اختلافوں میں سے ایک اختلاف یہ ہے۔ کہ اسلام نے سُود سے منع کیا ہے۔

اسلام کا مالی نصب العین

اس کے متعلق ایک موٹا اصول سمجھ لینا چاہیئے کسی مذہب کا نصب العین اگر یہی ہو۔ کہ اس مذہب کے چند آدمی دنیا کے سب سے بڑے مالدار انسان بن جائیں۔ تو وہ یقیناً سُود کو جائز ہی نہیں۔ بلکہ ضروری قرار دیگا۔ اور کسی مذہب کی تعلیم کے حسن و قبح پر جب بحث کیجائے۔ تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس تعلیم کا مقصد کیا ہے اسلامی تعلیم کا یہ مقصد ہرگز نہیں۔ کہ چند مسلمان دنیا میں بڑے بڑے اُمراء ہو جائیں۔ اگر یہ مقصد ہوتا تو ہم کہتے۔ اس میں سُود ضرور جائز ہونا چاہیئے۔ لیکن اسلام یہ نہیں چاہتا۔ کہ سوسائٹی کے چند آدمی تو امیر کبیر بن جائیں۔ اور باقی حصہ غریب رہے۔ بلکہ اسلام کا مقصد یہ ہے۔ کہ غریب لوگوں کا بھی خیال رکھا جائے۔ اور دولت چند ایک ہاتھوں میں جمع نہ ہونے پائے۔ اس مقصد کے لئے اسلام نے بعض ایسے اصول مقرر کئے ہیں۔ جو دوسرے مذاہب میں نہیں پائے جاتے۔ ایسے اصول میں بعض اوامر ہیں۔ اور بعض نواہی۔ اوامر کے ضمن میں زکوٰۃ کا حکم ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر ایک انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ میرے پاس جو روپیہ ہے۔ وہ میں نے اپنی محنت سے کمایا ہے۔ دوسروں کا اس میں کیا حق ہے۔ کہ ان کے لئے اس میں سے دوں۔ لیکن یہ بات غلط ہے۔ کوئی انسان اکیلا کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کی کمائی میں ضرور دوسرے بھی اس کے مددگار ہوتے ہیں۔ اسی لئے غرباء کی مدد کے لئے اسلام نے حکم دیا ہے۔ کہ ایسے لوگوں کے منافع بلکہ ان کے سرمایہ سے بھی ایک مقررہ رقم وضع کرکے غرباء میں تقسیم کردیجائے۔ یہ ایک اثباتی بات ہے۔ جو اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

وراثت کی تقسیم

اِسی غرض کو حاصل کرنے کے لئے دوسری بات جو اسلام نے رکھی ہے۔ وہ وراثت کی تقسیم ہے۔ اس میں بھی اسلام نے ایسے اصول قائم کئے ہیں کہ دولت چند ہاتھوں میں جمع نہیں ہوسکتی۔ اسلام نے وراثت میں بہت سے متعلقین کو حصہ دار قرار دیا ہے۔ بعض مذاہب ایسے ہیں۔ جن میں تمام وراثت کا حقدار بڑے بیٹے کو قرار دیا گیا ہے۔ اور کسی کو کچھ نہیں ملتا۔ بعض میں لڑکی کو وراثت میں حصہ دار قرار نہیں دیا گیا بعض میں بیوی یا خاوند کو اور بعض میں ماں باپ یا دادا دادی کو وراثت سے محروم رکھا گیا ہے۔ لیکن اسلام نے وراثت کو وسیع سے وسیع حلقہ میں تقسیم کیا ہے اور یہ نہیں کیا۔ کہ ایک شخص اگر اتفاق سے دولت جمع کرلے۔ تو اس کی اولاد کے کچھ افراد اس پر قابض ہوکر اپنی استعدادوں سے خود ترقی کرنے اور دنیا کی ترقی میں حصہ لینے کے مواقع سے محروم رہ جائیں اور کچھ اسباب اور ذرائع کی محرومی کی وجہ سے ترقی نہ کرسکیں۔ بلکہ اسلام نے بہت سے وارث قرار دیئے ہیں تاکہ ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا حصہ ملجائے جسے سرمایہ قرار دیکر وہ دنیا میں اپنی استعدادوں اور قابلیتوں کے مطابق ترقی کرسکے۔ اتنی دولت کسی کو ملنے کا امکان نہیں رکھا۔ کہ وہ سُست ہوجائے۔ نہ کسی کو بالکل محروم قرار دیا ہے۔ کہ ترقی کے اسباب اسے حاصل نہ ہوں۔

سُود کی ممانعت

اِسی سلسلہ میں ایک نہی بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ سُود نہ لیا جائے۔ اور نہ دیا جائے۔ کیونکہ اس سے بھی دولت چند ہاتھوں میں جمع ہوجاتی ہے۔ جس سے سوسائٹی میں فساد پیدا ہوتا ہے۔

سُود کی قانونی تعریف

سُود کی تعریف منقیوں یا فقہاء کے نزدیک کیا ہے۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ اس کی حد بندی کے لئے لوگوں کو بہت سی دقتیں پیش آئی ہیں۔ کوئی اس کی کچھ تعریف کرتا ہے۔ اور کوئی کچھ۔ اس کی جو تعریف میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مذہبی نقطۂ نگاہ سے نہیں۔ بلکہ قانونی نقطہ نگاہ سے ہے۔

پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ دنیا میں جس قدر مادی اشیاء ہیں ان کی مختلف انواع میں تقسیم کی جاسکتی ہیں۔ جائداد منقولہ بھی ہوتی ہے۔ اور غیر منقولہ بھی۔ پھر مادی اشیاء میں تفریق مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ بعض اشیاء ایسی ہیں۔ جو استعمال ہوتے ہوتے غائب ہوجاتی ہیں۔ اور بعض ایسی ہیں۔ کہ استعمال کے باوجود قائم رہتی ہیں۔ مثلاً روٹی ہے۔ روٹی انسان جتنی کھائے وہ غائب ہوجائے گی۔ لیکن میز یا کرسی استعمال کرنے سے غائب نہیں ہوگی۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ وہ آہستہ آہستہ خراب ہوتی چلی جائیگی۔ لیکن غائب نہیں ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ بعض اشیاء استعمال سے غائب ہوجاتی ہیں۔ اور ان کی ہستی قائم نہیں رہتی۔ اور بعض قائم رہتی ہیں۔ غلہ اور روپیہ وغیرہ ایسی چیزیں ہیں۔ کہ اگر ان کا استعمال کیا جائے۔ تو وہ قائم نہیں رہ سکتیں۔ اور ایسی چیزوں کی جو خرچ ہوجاتی ہوں۔ عاریت نہیں ہوسکتی۔ میں کسی کو عاریتاً اپنی کرسی تو دے سکتا ہوں۔ کیونکہ اس کے استعمال کے باوجود میری کرسی قائم رہے گی۔ لیکن غلہ اور روپیہ وغیرہ چونکہ خرچ ہوجانے والی چیزیں ہیں۔ اس لئے ان کی عاریت نہیں ہوسکتی۔ اگر میں کسی شخص کو روٹی دوں۔ اور کہوں دس دن کے بعد یہ روٹی مجھے واپس کردینا تو یہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ روٹی خرچ ہوجانے والی چیز ہے۔ اس لئے جب اسے کھا لیا جائے گا۔ تو واپس نہیں ہوسکے گی۔ ایسی چیزیں جو شخص کسی سے لیگا۔ ان کے عوض میں لینے والے کو بھی بعض چیزیں

دینی پڑیں گی۔ ایسی چیزیں جو خرچ ہونے والی ہوں۔ جب کسی سے طلب کی جائیں۔ تو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس کے بدلہ میں یہ دیا جائے گا۔ اگر کوئی کسی کا گھوڑا یا موٹر مانگ کر لے جائے۔ تو بعد استعمال انہیں واپس کر سکتا ہے۔ لیکن خرچ ہونیوالی چیزوں کو واپس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اگر واپس کرے تو انہیں خرچ نہیں کر سکتا۔ ایسی چیزوں کے استعمال کے لئے جو خرچ ہونے سے غائب ہو جاتی ہیں۔ بطور معاوضہ جو کچھ دیا جاتا ہے اسے قانونی طور پر سُود کہا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص مجھ سے دس روپیہ مانگ کر لے گیا۔ اور اقرار کر گیا۔ کہ ایک ماہ کے بعد میں گیارہ روپے تمہیں ادا کروں گا۔ تو یہ ایک روپیہ زائد جو اس نے میرا روپیہ استعمال کرنے کے عوض میں مجھے دینا منظور کیا۔ یہ سُود ہے۔ لیکن اگر ایک شخص میرے مکان میں آکر رہتا ہے۔ اور اقرار کرتا ہے کہ اس کے عوض میں تمہیں پچاس روپیہ ماہوار ادا کروں گا۔ تو یہ سُود نہیں۔ بلکہ کرایہ ہے۔ گویا ایسی چیزوں کا بدل دینا جو صرف میں غائب ہو جاتی ہیں یا استعمال میں آکر صرف ہو جاتی ہیں۔ قانونی طور پر سُود کہلاتا ہے۔ اس کے لینے دینے سے اسلام نے منع کیا ہے۔

روپیہ قرض دینے کے طریق

کسی شخص کو قرض پر روپیہ دینے کے چار طریق ہیں۔ جن میں سے تین جائز اور ایک ناجائز ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کو روپیہ کی ضرورت ہو۔ اور وہ مجھ سے آکر کہے۔ کہ مجھے کچھ روپیہ دیدو۔ تو اگر مجھے توفیق ہے۔ اور میں بغیر معاوضہ اُسے روپیہ دیتا ہوں تو یہ قرضہ حسنہ ہے۔ احسان ہے۔ اور اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر ایسا کر سکو۔ تو ضرور کرو۔

دوسرا طریق یہ ہے۔ کہ میں کسی کو روپیہ بطور قرض دیتا ہوں۔ مگر اس کے عوض میں اس کی کوئی چیز اپنے پاس رکھ لیتا ہوں تا اگر وہ روپیہ ادا نہ کرے۔ تو میں اس چیز سے اپنی رقم وصول کر سکوں۔ اسے رہن کہتے ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک گائے ہے۔ لیکن اسے کچھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ آپ گائے رہن لے لیں۔ اور مجھے ساٹھ روپیہ دیدیں۔ یہ رہن ہے۔ جو جائز ہے۔ اس کی بھی آگے دو قسمیں ہیں۔ ایک اس چیز کا رہن ہے جس سے مرتہن فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اور ایک وہ جس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ مثلاً قرض لینے والا ایک ہیرا قرض خواہ کے پاس رکھدے۔ یہ محض ضمانت ہوگی۔ کیونکہ اس سے وہ کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکیگا۔ لیکن اگر وہ گھوڑا یا مکان رہن رکھتا ہے۔ تو اس سے قرض دینے والا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

تیسرا طریق یہ ہے۔ کہ کوئی شخص کاروبار کے لئے روپیہ مانگتا ہے۔ میں اسے روپیہ دیتا ہوں۔ لیکن یہ شرط کر لیتا ہوں کہ منافع میں سے دو حصے تم خود رکھنا اور تیسرا حصہ مجھے دیدینا۔ اور اگر کاروبار میں نقصان ہوا۔ تو اس کا بھی کچھ حصہ رسدی میں ذمہ وار ہوں گا۔ یہ صورت بھی جائز ہے۔

چوتھا طریق سُود کا ہے جس میں قرض لینے والا اقرار یہ کرتا ہے کہ مجھے فائدہ ہو یا نہ ہو۔ تمہارا روپیہ سالم کا سالم اور مقررہ رقم اس سے زائد فلاں وقت اور مقررہ شرائط کے مطابق میں ضرور ادا کروں گا۔ یہ سُود ہے۔ اور اسلام میں ناجائز ہے۔ اس طریق سے منع کرنے کے مختلف وجوہ ہیں۔ جہاں اسلام کی اس نہی کو مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ وہاں بعض نقائص ایسے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ انہیں دیکھ کر بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔ اسلام نے اس سے کیوں منع کیا ہے۔ یہ صحیح ہے۔ کہ جب تک انسان زندہ ہے۔ اسے ضروریات بھی رہیں گی۔ اور قرض لینے دینے کی نوبت بھی آتی رہے گی۔ اور اگر قرض بند کر دیا جائے۔ تو انسانی ترقی رُک جائے گی۔

قرض لینے دینے کے متعلق اسلامی حکم

قرض لینے دینے کے متعلق ایک بات ضمناً بتا دینا چاہتا ہوں تا اسلام کی یہ تعلیم اچھی طرح سمجھ میں آسکے۔ اور آپ ساہوکارہ بل کے حسن و قبح کو بھی سمجھ سکیں جس کے متعلق ایک قوم یہ شور مچا رہی ہے۔ کہ ایسا قانون بنا کر ہم پر سختی کی جا رہی ہے۔ کیونکہ ہمیں کہا جاتا ہے۔ اپنے حساب صاف رکھا کرو۔ قرض لینے دینے کے متعلق اسلام نے ایسی تعلیم دی ہے۔ کہ اگر اس پر عمل کیا جائے۔ تو پھر کسی بل کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ قرآن کریم میں حکم ہے۔ کہ جب کوئی قرض لے۔ تو اس کی نوشت ہونی چاہیئے۔ تا بعد میں جھگڑا پیدا نہ ہو۔ گویا زبانی قرضہ اُڑا دیا پھر تحریر قرض لینے والا لکھے یا لکھوائے۔ کہ میں نے اتنا قرض لیا ہے۔ اور یہ اقرار کیا ہے دینے والا نہیں لکھوا سکتا۔ کیونکہ جب لینے والا خود لکھوائیگا۔ تو اس سے دھوکہ کا امکان باقی نہیں رہتا۔ آجکل عدالتوں میں ہزاروں مقدمات اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ قرضہ دیا تو سَو تھا۔ لیکن لکھ لیا پانچسو یا شرح سُود کم بتائی تھی۔ لیکن لکھتے وقت زیادہ لکھ لی۔ اگر اسلامی تعلیم پر عمل کیا جائے۔ تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

ممانعت سُود کی وجوہات

اسلام کے سُود کی ممانعت کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ اس سے انسانی ہمدردی جاتی رہتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کا مکان اور تمام مال و اسباب جل گیا۔ اور اس کے پاس مطلقاً کوئی سامان نہیں۔ وہ سخت مصیبت میں ہے۔ اور کسی سے قرض مانگتا ہے۔ اب وہ ایسی حالت میں ہے۔ کہ قرض دینے والا اس سے جو شرائط چاہے۔ لکھوا سکتا ہے۔ کیونکہ اسے اشد ضرورت ہے۔ مگر اسلام نے اس سے منع کیا۔ تاکہ انسانی ہمدردی کے جذبات زائل نہ ہو جائیں اور مصائب کے وقت بجائے ہمدردی کرنے کے اس سے فائدہ اُٹھانے کا خیال ہی پیدا نہ ہو۔ گویا اسلام نے مصیبت زدہ سے فائدہ اُٹھانا جائز نہیں رکھا۔

دوسری وجہ سُود کے ناجائز کرنے کی یہ ہے۔ کہ مصیبت کے علاوہ تجارتی رنگ میں بھی اگر کوئی کسی کی مدد کرے۔ تو ضروری ہے۔ کہ وہ نقصان کا بھی اسی طرح حصہ دار ہو جس طرح منافع کا۔ یہ نہیں۔ کہ مقررہ شرح کے مطابق خود تو ہمیشہ فائدہ ہی اُٹھاتا ہے۔ اور دوسرے کو نقصان بھی برداشت کرنا پڑے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ سود لینے والوں کے پاس ملک کی تمام دولت جمع ہونی شروع ہو جائے گی۔ اور اسلام نے تقسیم اموال کا جو طریق پیش کیا ہے۔ اس میں رخنہ اندازی ہوگی۔ بعض ممالک میں ایسا ہوا ہی کہ تمام ملک کی دولت چند گھرانوں میں جمع ہو گئی۔ یورپ میں بعض یہودیوں کے ایسے گھرانے ہیں۔ جو اپنی دولت کی وجہ سے جن دو قوموں کو چاہیں۔ آپس میں لڑا دیں۔ اور جن میں چاہیں۔ صلح کرا دیں اور جس سلطنت کو چاہیں تباہ کرا دیں۔ حالانکہ بحیثیت قوم وہ لوگ نہایت ذلیل ہیں۔ مگر یورپ کی تمام دولت چونکہ ان کے پاس ہے۔ اس لئے دنیا بھر میں سُود کی شرح بھی وہی مقرر کرتے ہیں۔ جنگ یورپ سے پہلے لنڈن ایکسچینج سٹاک شرح سُود مقرر کیا کرتا تھا۔ مگر اب جنگ کے باعث یورپ کے لوگ غریب ہو گئے ہیں۔ اس لئے شرح سُود امریکہ کی طرف سے مقرر کی جاتی ہے۔ اور اگر امریکہ کی مقرر کردہ شرح سُود کے مطابق سُود نہ لگایا جائے تو تجارتی کاروبار چل ہی نہیں سکتا۔ سُود کے لحاظ سے یہاں بھی اب امریکہ کا ہی قبضہ ہے۔ یا بالفاظ دیگر ہندوستان کے تمام روپیہ پر امریکہ کا قبضہ ہے۔

تیسرا نقصان سُود کا یہ ہے۔ کہ جب روپیہ چند ہاتھوں میں چلا جائے۔ تو لوگوں کی استعدادیں مُردہ ہو جاتی ہیں۔ اور دنیا میں نئی چیزیں ایجاد نہیں ہو سکتیں۔ مجھے خود اس کی ایک ایسی مثال معلوم ہے۔ جس کے یاد آتے ہی سرمایہ داروں کا ظلم آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ میرے ایک جرمن دوست کے والد نے ایک ایسی ایجاد کی۔ جو اگر رواج پا جاتی۔ تو دنیا میں ایندھن کا استعمال بہت کم ہو جاتا۔ لیکن وہ دس بارہ سال تک اسے نہ چلا سکے۔ کیونکہ جب بھی وہ کسی دولت مند کے پاس امداد کے لئے جاتے۔ وہ سب کچھ خود ہی لینے کی کوشش کرتا۔ اور اب بھی اس ایجاد کے متعلق ایک مقدمہ جاری ہے۔ اسے پیٹنٹ کرانے کے لئے ان کے پاس رجسٹریشن فیس بھی نہ تھی۔ انہوں نے مجبوراً کسی سے قرض لیا۔ اور اس نے انہیں حاجتمند دیکھ کر ایسی شرائط لکھوائیں کہ انہیں اپنی تنخواہ کا ایک حصہ اس قرضخواہ کو ماہوار دینا پڑتا ہے۔ اور وہ ایک سال میں ہی اس رقم سے جو اس نے قرض دی تھی۔ کئی گنا زیادہ وصول کر چکا ہے۔

ایک اور بڑی قباحت جو سُود سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ اس سے بہت بڑی بڑی جنگیں ہو سکتی ہیں۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ یورپ جس میں لاکھوں انسان مارے گئے۔ اور جس میں قریباً آدھی دنیا کئی سال تک مبتلا رہی محض سود ہی کی وجہ سے اس قدر لمبے عرصہ تک جاری رہ سکی۔ اگر جنگ شروع کرتے وقت ہی سب حکومتوں کو یہ معلوم ہوتا۔ کہ وہ لڑائی پر اتنا ہی روپیہ خرچ کر سکتی ہیں۔ جو ان کے پاس ہے۔ یا جو وہ بذریعہ ٹیکس کے یا [illegible] وصول کر سکیں گی۔ تو وہ یقیناً جنگ سے گھبراتیں۔ اور وہی باتیں جو جنگ کے بعد طے کیں پہلے ہی طے کر لیتیں۔ لیکن روپیہ سُود پر ملنے کی

امید نے انہیں دلیر کر دیا۔ ایک حکومت جسے یہ خیال ہو۔ کہ دو ماہ کے بعد جب قرضخواہ روپیہ کا مطالبہ کریگا۔ اور روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے ملک میں بغاوت ہو جائے گی۔ وہ آسانی سے جنگ میں شامل ہونے کے لئے آمادہ نہ ہو سکے گی۔ لیکن جسے یوم الحساب دور نظر آتا ہو۔ اور یہ خیال ہو۔ کہ یہ بوجھ ہم پر نہیں بلکہ آیندہ نسلوں پر پڑ رہا ہے۔ تو وہ آسانی سے شامل ہو جائے گی۔ اگر جرمنی کو سود پر مزید روپیہ ملتا جاتا۔ تو یہ جنگ شاید ابتک بھی ختم نہ ہوتی۔ جرمن فوجوں کو کبھی شکست نہیں ہوئی۔ اور جنگ ختم ہونے کی وجہ یہ نہ تھی۔ کہ جرمن فوجوں کو شکست ہوئی میدان جنگ سے تو جرمن فوجیں ایک انچ بھی نہیں ہٹائی جا سکیں لیکن جب ان کے پاس روپیہ نہ رہا۔ اور سود پر آیندہ ملنا بند ہو گیا۔ لوگوں کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا۔ تو ملک میں بغاوت ہو گئی۔ اور قیصر کو بھاگنا پڑا۔

پھر سود کا اثر افراد پر بھی ہوتا ہے۔ سود لینے والا روپیہ کا دلدادہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ شجاع نہیں ہو سکتا۔ شجاع وہی ہو سکتا ہے۔ جو قربانی کر سکے۔ اس لئے وہ اقوام جو سود لیتی ہیں۔ شجاع نہیں ہو سکتیں۔ وہ روپیہ کو ہی سب کچھ سمجھتی ہیں۔ ان کے قوٰی اور استعدادیں اگر اچھی بھی ہوں۔ تب بھی ملک کو ان سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے اچھے اچھے صناع۔ تجار اور علمی رنگ میں ملک کے لئے مفید وجود پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کے پاس چونکہ روپیہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ سُست ہو جاتے ہیں۔ اور بالکل کوشش نہیں کرتے۔ اس لئے ان کی استعدادوں سے ملکی ترقی میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اس لحاظ سے سود کے بڑے بڑے نقصانات ہیں۔ اور اس لئے اسلام کا یہ اصول ہے۔ کہ سود بند کر دیا جائے۔ تا دولت سب میں تقسیم ہوتی رہے۔

تجارت اور سُود

مجھے بہت سے دوستوں نے کہا ہے۔ کہ موجودہ تجارت کا رنگ ایسا ہے۔ کہ سود کے بغیر تجارت چل ہی نہیں سکتی۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ ابھی چند ہی سال ہوئے۔ تمام دنیا کی تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ جو سود نہ لیتے تھے۔ نہ دیتے تھے۔ سو یہ بات غلط ہے۔ کہ سود کے بغیر تجارت چل نہیں سکتی۔ ہاں اس میں شک نہیں۔ کہ گذشتہ دو تین صدیوں سے ایسا ہوا ہے۔ کہ تجارت سود پر چل رہی ہے۔ اور اس کی وجہ اسلامی تمدن پر مغربی تمدن کا اثر ہے۔ جس کے بدلنے کے لئے وقت چاہیئے۔ اور اگر جماعت احمدیہ یہ عزم کر لے۔ کہ وہ اپنے تمدن کو تمام دنیا میں غالب کر کے رہے گی۔ تو یہ کام چنداں مشکل نہیں۔ لیکن یہ خیال حقیقت سے بالکل بعید ہے کہ سود کے بغیر تجارت کا چلانا ناممکن ہے۔ صرف یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان دنوں تجارت کے لئے سودی کاروبار ضروری ہو گیا ہے۔ لیکن یہ بات بطور اصل تسلیم نہیں کی جا سکتی ؛

برہموازم اور اسلام

جلسہ سالانہ پر جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے لیکچرار گورنمنٹ کالج نے مندرجہ بالا موضوع پر ذیل کی تقریر فرمائی۔

مضمون کی اہمیّت

اسلامی تبلیغ کو کامیاب بنانے کے لئے ہر مذہبی یا نیم مذہبی تحریک کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور اسی وجہ سے ایک احمدی کے لئے تحریک برہموازم کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

برہموازم کی خصوصیات

بعض خصوصیات ایسی ہیں۔ جو برہموازم کو معمولی تحریکات سے زیادہ اہم بناتی ہیں۔ جن میں سے پہلی یہ ہے۔ کہ اس کا علاقہ مغربی تمدن سے ہے۔ اور مغربی تمدن نہایت بار یک طور پر مشرقی طبائع پر اثر کر رہا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھی جا سکتی ہے۔ کہ عام طور پر کالج میں جو طلبار تعلیم پاتے ہیں۔ وہ اپنے استادوں سے مغربی علوم سیکھتے ہیں۔ اور اہل مغرب کی خوبیوں سے واقف ہوتے ہیں۔ اس کا ان پر یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ اکثر طلبار ان کی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے سے تجاوز کر کے ان کی عادات بھی اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں حتٰے کہ بعض ان کی بُری عادات کی بھی نقل کرنے لگ جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ مغرب مشرق کا بہت بڑا استاد ہے۔ اور استاد کی خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کرنا ایک طبعی بات ہے۔ اور یہ میلان عقل کے ماتحت نہیں۔ بلکہ فطرت کے ماتحت ہے اسی قسم کا اثر برہمو ازم نے اپنے اوپر وارد کر لیا ہے۔ اور مغربی تمدن کو اپنا ایک جزو بنا لیا ہے۔ اور بجائے اس پر جرح کرنے کے اندھا دھند اس کی تقلید شروع کر دی ہے۔

دوسری خصوصیت اس کی یہ ہے۔ کہ اس تحریک نے بعض ایسی تعلیمیں پیش کی ہیں۔ جو کئی لحاظ سے اچھی ہیں۔ اور جو اسلام سے ملتی جلتی ہیں۔ اس وجہ سے یہ صورت خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ ہمارے سامنے ایک ایسی تحریک ہے جو اسلام کی بعض باتیں مانتی اور بعض کا انکار کر دیتی ہے۔ اور ایسے شخص کو راہ راست پر لانا بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ جو ہاں اور نہیں کے درمیان لٹک رہا ہو۔

برہمو سماج نے خدا کے متعلق جو عقیدہ پیش کیا ہے وہ ہندو عقیدہ کے بالکل متضاد ہے۔ ہندو عقیدہ کے مطابق خدا تعالےٰ روح و مادہ کی قید میں ہے۔ اور ان کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن برہمو سماج کا عقیدہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ خود خالق ہے۔ اور وہ اپنی قدرت پر پوری طرح قابض ہے۔

اس کے علاوہ برہمو سماج کی تعلیم یہ ہے۔ کہ تمام بانیان مذاہب کی عزت کرنی چاہیئے۔ یہ بھی اسلام کی نقل ہے۔ اس لحاظ سے بھی اس تحریک کا ایک وقار پیدا ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اس تعلیم کے اثر کے ماتحت انہوں نے یہ قرار دیا ہے۔ کہ مذہبی امور کے متعلق کوئی ایسی اصطلاح استعمال نہیں ہونی چاہیئے جو پہلے کسی مذہب میں مستعمل ہو۔ تا کسی خاص مذہب سے زیادہ لگاؤ نہ ثابت ہو۔ گویا اس طرح وہ یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم سب کو مانتے ہیں۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ وہ کسی کو بھی نہیں مانتے۔

چوتھی خصوصیت اس مذہب کی یہ ہے۔ اکثر تعلیم یافتہ لوگ اس کے ساتھ ہیں۔ بنگال کے اکثر سیاسی لیڈر اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسز سروجنی نیڈو اور ہندوستان کا مشہور شاعر رابندر ناتھ ٹیگور اسی سے تعلق رکھتے ہیں۔

برہمو سماج کی تاریخ

پورے طور پر کسی مذہب کو سمجھنے کے لئے اس کی تاریخ کا مطالعہ ضروری ہے۔ کہ کن حالات میں اس کی بنیاد پڑی۔ اس کا بانی کون تھا۔ وہ کن حالات میں سے گذرا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ اتنا موقعہ نہیں۔ کہ میں ان تفاصیل میں جاؤں۔ اس لئے میں مختصراً برہمو ازم کی تاریخ بیان کرتا ہوں۔ اس کی تاریخ کا مطالعہ ایک نہایت ہی دلچسپ مطالعہ ہے۔ علمی رنگ میں اس کے مطالعہ سے ان تبدیلیوں کا پتہ لگتا ہے۔ جو دو قوموں کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہیں۔ برہمو سماج مغربی و مشرقی اختلاط کا مظاہرہ ہے پھر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک انسان خواہ دنیا کی خیر خواہی کے جذبہ سے کتنا ہی معمور ہو۔ کیسا ہی نیک نیت ہو۔ عاقل و دانشمند ہو۔ پھر بھی خدا تعالےٰ کے نور سے محروم ہونے کی وجہ سے وہ ایسی فاش غلطیاں کر سکتا ہے جو نہایت ہی افسوسناک ہوتی ہیں۔ یہی حال بانیٔ برہمو سماج کا ہے۔ ان سے بھی ایسی غلطیاں ہوئی ہیں۔ کہ میرا خیال ہے اگر آج وہ زندہ ہوتے۔ تو شاید خود بھی افسوس کرتے۔

تمدنی تبدیلیاں

تمدنی تبدیلیاں عام طور پر دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ جو ایک قوم مستعاراً دوسری سے لے لیتی ہے۔ بعض افراد سفر کر کے دوسری جگہ جاتے ہیں۔ وہاں کی بعض خصوصیات انہیں پسند آتی ہیں۔ یا خفیہ طور پر ان کی طبائع پر بعض اثرات ہوتے ہیں۔ اور اپنے ملک میں واپس آکر وہ ان تاثرات کو دانستہ یا نادانستہ طور پر اپنے ملک میں رائج کر دیتے ہیں۔ اسے انگریزی میں (Transmission by borrowing) کہتے ہیں۔ دوسری تبدیلیاں اس طرح ہوتی ہیں۔ کہ ایک قوم خود آکر دوسرے ملک میں اقامت اختیار کر لیتی ہے۔ اور اس اختلاط

سے بعض تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہندو قوم مذہبی عقیدہ کی بناء پر غیر ممالک کا سفر اختیار نہیں کر سکتی۔ خود مسٹر گاندھی جنوبی ہند کے ایک مندر میں جانا چاہتے تھے۔ لیکن انہیں اس بناء پر روک دیا گیا۔ اور مندر میں داخلہ کے ناقابل سمجھا گیا۔ کہ وہ ملک سے باہر ہو آئے ہیں۔ اس لئے یہ قوم transmission by borrowing سے تو متاثر نہ ہو سکتی تھی۔ اور ہندوستان مدت مدید تک ایک ایسی حالت میں رہا ہے۔ کہ جس میں تسلسل تھا۔ مگر ترقی نہ تھی۔ حتّٰے کہ باہر کی قومیں ہندوستان میں داخل ہوئیں۔ اور ان کے آنے سے یہاں بھی ترقی کا دور شروع ہوا۔ قریباً آٹھ سو سال تک یہاں مسلمان حکمران رہے۔ جس سے ہندو تمدن میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں۔ اور اس کے اثر کے ماتحت ایک مذہبی تبدیلی گورو نانک علیہ الرحمۃ کا ظہور تھا۔ پھر یہاں انگریز آئے۔ اور ان کے ساتھ یہاں ایک نیا تمدن آیا۔ اور ہندو تمدن کو ایک بار پھر دھکا لگا۔ انگریزوں کے آنے کے ساتھ پادری لوگ بھی آ گئے۔ اور عیسائیت بھی داخل ہو گئی۔ گویا دو قسم کے اثرات ہندوستان میں پیدا ہو گئے۔ عیسائی چاہتے تھے کہ مکمل طور پر ہندوستان کو عیسائی بنا لیں۔ ادھر مغربی تمدن کی کشش لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ میں سمجھتا ہوں انہی دو اثرات کے ماتحت راجہ رام موہن رائے نے برہمو سماج کی بنیاد رکھی۔

بانی برہمو سماج کے حالات

راجہ رام موہن رائے ۱۷۷۲ء میں بنگال کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ اگرچہ اسوقت اسلامی حکومت ختم ہو چکی تھی۔ مگر فارسی کا علم ملازمت حاصل کرنے کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ وہ ۱۲ برس کی عمر میں پٹنہ گئے۔ جو ان دنوں فارسی کی تعلیم کا مرکز تھا۔ وہاں کئی برس تک فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ جس کا پہلا اثر ان پر یہ ہوا۔ کہ وہ ہندوانہ عقائد سے بیزار ہو گئے۔ اور اسلامی کتب کے پڑھنے سے توحید کا خیال ان کے دل میں پیدا ہو گیا۔ انہوں نے سفر بھی بہت کئے۔ اور بدھ مذہب کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے لئے تبت بھی گئے۔ وہاں سے واپس آ کر ۲۴ برس کی عمر میں انہوں نے انگریزی پڑھنی شروع کی جس سے انہیں ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت مل گئی۔ آپ دس سال تک ریونیو آفیسر (افسر مال) کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔ دوران ملازمت میں آپ نے بہت سا روپیہ جمع کر لیا۔ اور پادریوں سے بھی آپ کے تعلقات بہت زیادہ ہو گئے۔ ان دنوں علاقہ سیرام پور میں ڈنمارک کی قوم حکمران تھی۔ انگریزوں کو چونکہ خطرہ تھا۔ کہ پادری لوگوں کو بھڑکا کر ہمارے خلاف نہ کھڑا کر دیں۔ اس لئے انہیں کمپنی کی طرف سے یہاں آنے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن ایک پادری ولیم کیری نام جو قوم سے موچی تھا۔ کسی نہ کسی طرح یہاں آ گیا۔ اور انگریزی علاقہ میں نہیں بلکہ ڈنمارک کے علاقہ میں رہائش اختیار کر لی۔ اور اپنا کام شروع کر دیا۔ راجہ رام موہن رائے سے بھی اس کے تعلقات ہو گئے۔

راجہ صاحب نے عیسائی زبانوں اور کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اور جب انہوں نے انجیل کا اصل عبرانی زبان میں مطالعہ کیا۔ تو انہیں معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح کا دعوٰے الوہیت کا نہیں تھا۔ اور یہ کہ حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کا واقعہ بھی کچا ہے۔ اگرچہ وہ صلیب کے صحیح واقعہ کی تشریح نہ کر سکے کیونکہ یہ انکشاف خدا تعالےٰ کے برگزیدہ کے لئے ہی مخصوص تھا۔ اور اس غلطی کا دور کرنا خدا تعالےٰ نے ایک اور شخصیت کے لئے مقدر کر رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی حقیقت بیان کی۔

راجہ رام موہن رائے کی ایک خطرناک غلطی

راجہ رام موہن رائے کی طبیعت پر مغربی تمدن کا بہت بڑا اثر تھا۔ ابتداء میں جب انگریز یہاں آئے۔ اور بحث شروع ہوئی۔ کہ یہاں یورپین علوم جاری کئے جائیں یا نہیں۔ تو خود انگریزوں میں بڑا بھاری اختلاف تھا۔ ان کا ایک گروہ کہتا تھا۔ کہ یہ ظلم ہے۔ ہندوستانیوں کے ملکی علوم کو کمزور کر کے غیر ملکی علوم یہاں رائج کئے جائیں۔ لیکن ایک گروہ خصوصاً پادری لوگوں کا منشاء تھا۔ کہ یورپین علوم اور زبانیں یہاں رائج ہوں۔ جب اس امر کا ایک حد تک فیصلہ ہو گیا۔ کہ یورپین علوم سکھائے جائیں۔ تو یہ سوال پیدا ہوا۔ کہ ذریعہ تعلیم کونسی زبان ہو۔ اس پر راجہ رام موہن رائے نے گورنر کو ایک دستاویز بھیجی۔ کہ ہمیں انگریزی زبان میں مفید علوم کا نہ سکھانا بہت بڑا ظلم ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں انگریزی زبان ذریعہ تعلیم قرار دیدی گئی۔ اور اب ہندوستانی طلباء کی عمر کا بڑا حصہ انگریزی سیکھنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ یہ تعلیمی لحاظ سے بہت بڑی غلطی تھی۔ جو راجہ رام موہن رائے سے سرزد ہوئی۔ اور جس کی تلافی بہت مشکل ہے۔ اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے۔ کہ انگریزی تمدن کا ان کی طبیعت پر اس قدر غالب اثر تھا۔ کہ انہوں نے یہ نہ سوچا اس سے ہندوستان کو تعلیمی لحاظ سے کتنا نقصان ہوگا۔ اس لحاظ سے سرسید بہت بیدار مغز تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ انگریزی ذریعہ تعلیم مقرر ہو گئی ہے۔ تو انہوں نے علیگڑھ میں سائنٹیفک علوم کا اردو میں ترجمہ کرنے کے لئے ایک سوسائٹی قائم کی۔

برہمو سماج کی بنیاد

کلکتہ میں پہلا ہندو کالج جو قائم ہوا۔ اس میں راجہ رام موہن رائے کی امداد کو بہت دخل تھا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ چاہتے تھے۔ خواہ ہندوستانی عیسائی ہو جائیں۔ مگر ایک خاص تمدن کے پابند ضرور رہیں۔ کلکتہ میں ایک پادری ڈف نام تھے۔ ان کے ساتھ مل کر انہوں نے وہاں ایک یونیٹیرین (موحدین) سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ مگر اس سوسائٹی کے لئے طرز عبادت وہی مقرر کی۔ جو عیسائیوں کی ہے۔ اور اپنے دوستوں کو اس میں شامل کیا۔ ان کے بعض دوستوں کو یہ شکایات پیدا ہوئیں۔ کہ کیوں ایک غیر ملکی مذہب اختیار کیا جا رہا ہے۔ اور انہوں نے مشورہ دیا۔ کہ سوسائٹی کی طرز عبادت کو ایسی شکل دیجائے۔ کہ ہندو مذہب کا جزو غالب نظر آئے۔ اس پر فیصلہ ہوا۔ کہ عبادت اپنشدوں سے اخذ کی جائے۔ اور سنسکرت اور بنگالی زبان میں ادا ہو۔ چنانچہ اپنی مرضی کے خلاف دوستوں کے اصرار پر وہ بات مان گئے۔

تعدد ازدواج کی مخالفت

راجہ صاحب نے اپنی کتابوں میں یورپین معاشرت کی تائید کی۔ تعدد ازدواج کے آپ سخت مخالف تھے۔ اور سارے برہمو سماجی اس کے خلاف ہیں۔ چنانچہ سارد ایکٹ کے بعد ان کی طرف سے اس کے خلاف قانون وضع کرانے کی کوششیں شروع ہیں۔ حیرت ہے کہ یہ لوگ ایسے مفید مسئلہ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یورپ کے بڑے بڑے لوگ اس کی معقولیت کو تسلیم کرتے جا رہے ہیں فرانس کے ایک مشہور ڈاکٹر لیبان جو ماہر مدنیات ہیں۔ لکھتے ہیں۔ جلد یا بدیر تعدد ازدواج کو رواج دینے کے لئے یورپ کو قانون بنانا پڑے گا۔ اسی طرح ایک جرمن ڈاکٹر فان بنے لکھا ہے کہ مجھے نظر آ رہا ہے۔ اس کے بغیر یورپ کی نسل ہی قائم نہیں رہ سکتی۔

جب راجہ صاحب کے تعلقات پادریوں سے ہوئے۔ تو انہوں نے ان سے بائبل کے اردو ترجمہ کے لئے مدد مانگی چنانچہ یہ کام شروع ہو گیا۔ اور نئے عہد نامہ کا ترجمہ شائع بھی ہوا۔ لیکن دوران ترجمہ میں ہی تثلیث اور کفارہ کے مسائل پر کچھ جھگڑا پیدا ہو گیا۔ اور ایک پادری ایڈم نے توحید کا قائل ہونے کا اعلان کر دیا۔

برہمو سماج کا مندر ۲۰ اگست ۱۸۲۸ء میں اپر چیت پور روڈ کلکتہ میں قائم ہوا۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ خدا تعالیٰ کو کسی ایسی اصطلاح سے یاد نہ کیا جائے۔ جو کسی مذہب میں رائج ہو ظاہر ہے۔ کہ ایسی عبادت جس میں خدا تعالےٰ کے وہ تمام نام جو الہامی کتب میں بیان کئے گئے ہیں۔ نکال دیئے جائیں۔ تو وہ دلوں پر کوئی گرفت نہیں کر سکتی۔ اگرچہ راجہ رام موہن رائے نے ہندو عقائد کو ترک کرنا چاہا۔ مگر پھر بھی عبادت میں سنسکرت الفاظ کا ہی استعمال رکھا۔ اور اسطرح گویا ہندو کے ہندو ہی رہے۔

سفر انگلستان

انگلستان جانے کی خواہش انہیں دیر سے تھی۔ چنانچہ سنہ ۱۸۳۱ء میں انگلستان گئے۔ اور وہاں بہت سی تقریریں کیں۔ اور لوگوں سے ملاقاتیں بھی کیں۔ برسٹل

میں وہ ایک شخص کے مہمان تھے۔ کہ بیمار ہو گئے۔ اور وہیں ۱۸۳۳ء میں وفات پا گئے۔ ان کی موت کے بعد برہمو سماج میں بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ویدوں کے الہامی ہونے کا انکار بھی بعد میں ہی ہوا ہے۔

اسلام سے مقابلہ

برہمو سماج اور اسلام کا مقابلہ ایک بے معنی سی بات ہے۔ برہمو سماج کے بانی کا یہ دعویٰ نہ تھا۔ کہ وہ خدا کی طرف سے مبعوث کئے گئے ہیں۔ اور نہ ہی ان کی یہ خواہش تھی۔ کہ یہ سوسائٹی کلکتہ سے باہر پھیلے۔ انہوں نے صرف ایک مقامی سوسائٹی بنائی تھی۔ ان کے بعد مسٹر کیشب چندر سین نے ملک کا دورہ کر کے مختلف شہروں میں اس کی شاخیں قائم کر دیں لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی تمام ممالک میں اپنی تبلیغ پہنچا دی۔ اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہیں۔ اور سب کو تبلیغ پہنچانا ان کے فرائض میں داخل ہے

برہمو سماجیوں کی تعداد

برہمو سماج کی تعداد ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۵½ ہزار تھی۔ جس میں سے غالب حصہ بنگال میں ہے۔ ۱۸۸۱ء میں ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ جس میں سے تین ہزار صرف بنگال میں تھے۔ لیکن جوں جوں عرصہ گذرتا جاتا ہے۔ ان کی تعداد کم ہو رہی ہے۔ اور خود ان کے مرکز میں ان کی طاقت گھٹ رہی ہے۔ بنگال میں ان کی تعداد روز بروز گھٹ رہی ہے

برہمو سماج کی ادھوری تعلیم

برہمو سماج کی خوبیاں بالکل ادھوری ہیں۔ اگرچہ تعلیم یہ ہے۔ کہ سب نبیوں پر ایمان لائیں۔ لیکن یہ نہیں بتایا گیا۔ کہ ان کی تعلیمات میں جو اختلاف ہیں۔ ان کا کیا کیا جائے اسلام نے اس مشکل کو یہ کہکر حل کیا ہے۔ کہ پہلے تمام قوانین خاص جماعت اور خاص وقت کے لئے تھے۔ مگر اسلام عالمگیر اور ہمیشہ ہمیش کے لئے ہے۔

برہمو سماج نے خدا تعالےٰ کے متکلم ہونے کا بھی انکار کیا ہے۔ اور یہ بالکل ایک بے معنی بات ہے۔ کہ نبیوں کو تو راستباز مانا جائے۔ لیکن خدا تعالےٰ کے متکلم ہونے کا انکار کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پورے طور پر اس شک کا ازالہ کیا ہے۔

باایں ہمہ برہمو سماج کا اثر ملک پر ہے۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ اس کا علاقہ مغربی تمدن سے ہے اور مغربی تمدن خاموشی سے مشرقی طبائع پر اثر کر رہا ہے۔

مغربی تمدن اور ہندوستان

میں سمجھتا ہوں۔ مغربی تمدن میں بعض ایسی باتیں ہیں جن کا ہندوستان میں رواج دینا ضروری ہے۔ ایک تو علم کے متعلق شوق و شغف کو ہندوستان میں پیدا کرنا ضروری ہے ۔۔۔ سے صحت جسمانی اور قویٰ کے نشوونما کیلئے سائنٹفک طریقوں کو اختیار کرنا چاہیے

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت

مندرجہ ذیل احباب کے اسمائے گرامی کی فہرست جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا نومبر ۱۹۲۹ء میں ثبوت دیا ہے شکریہ کے ساتھ شائع کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان سب احباب کی قربانیاں قبول فرمائے اور دوسرے احباب کو بھی جنھوں نے تا حال اس سعادت سے حصہ نہیں لیا۔ بہرہ مند فرمائے۔ تا اسلام کی اشاعت اور حفاظت کا جو عظیم الشان کام اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ ہم اسے عمدگی کے ساتھ سر انجام دے سکیں۔

اے مقدس جماعت احمدیہ کے فرزندو! اٹھو اور وصیت جیسی نعمت اور قربانی میں حصہ لو۔ کیونکہ وصیت اخلاص کے پرکھنے کا معیار ہے۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وصیت کو اپنے زمانہ کا امتحان قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" اس وقت کے امتحان سے بھی اعلےٰ درجہ کے مخلص جنھوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے۔ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے۔ اور ثابت ہو جائیگا۔ کہ بیعت کا اقرار انھوں نے سچا کر کے دکھلا دیا ہے۔ اور اپنا صدق ظاہر کرنیوالا اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے۔ اور ابد تک خدا تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہونگی"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ فرماتے ہیں۔

"یہ وصیت کا نظام خدا تعالےٰ کے خاص الہام کے ماتحت قائم کیا گیا ہے۔ اور وصیت کا مسئلہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ایک عملی ثبوت ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ایک اقرار تھا۔ اور بہت سے لوگ حیران تھے۔ کہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو اقرار کیا ہے۔ وہ پورا ہوا ہے یا نہیں۔ تب خدا تعالےٰ کی رحمت جوش میں آئی۔ اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام کے ذریعہ بتایا۔ کہ جو لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا اقرار پورا ہوا یا نہیں۔ ان کے لئے یہ وصیت کا طریق ہے۔ اس پر عمل کرنے سے وہ اپنے اقرار کو پورا کر سکتے ہیں"

ماہ نومبر میں وصیت کرنیوالے مخلصین کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) آمنہ بیگم صاحبہ بنت شیخ عبدالرحیم صاحب ساکن قادیان۔
(۲) جمیلہ خاتون صاحبہ زوجہ ڈاکٹر عبدالعزیز خان صاحب راجپوت ساکن چار یار۔ ملک ایران۔
(۳) عائشہ بی بی صاحبہ زوجہ حافظ باغ علی شاہ صاحب ساکن معین الدین پور۔ گجرات۔
(۴) امۃ الحمید بیگم صاحبہ زوجہ میاں احمد جان صاحب کلرک لکھنؤ۔
(۵) امۃ الحبیب زوجہ حکیم محمد فیروز الدین صاحب قادیان۔
(۶) علی محمد صاحب ساکن گھسیٹ پور ضلع ہوشیار پور۔
(۷) قاسم بی بی صاحبہ زوجہ محمد سعید صاحب راجپوت ساکن رحیم پور کھنیجیاں ضلع سیالکوٹ
(۸) غلام محمد صاحب ولد صادق محمد صاحب مجوکا ساکن کھائی کلاں ضلع شاہ پور۔
(۹) چوہدری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری۔
(۱۰) کلثوم حبیب زوجہ مولوی عبدالعزیز صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ بہادر پور۔
(۱۱) شیر محمد صاحب مجوکہ ساکن کھائی کلاں ضلع شاہ پور۔
(۱۲) محمد رفیع صاحب سب انسپکٹر پولیس سیواں سندھ۔
(۱۳) نواب بیگم صاحبہ زوجہ ملک غلام فرید صاحب قادیان۔
(۱۴) مولوی شرف الدین صاحب آوان بارہ چنار۔
(۱۵) حاجی بیگم صاحبہ بنت جون شاہ سید ساکن منڈیر گجرات حال قادیان۔
(۱۶) حفیظن بی بی صاحبہ بیوہ ڈاکٹر عظیم اللہ صاحب صوبہ دار حال قادیان۔
(۱۷) رضیہ بیگم صاحبہ زوجہ چوہدری کمال الدین صاحب مردان بکٹ گنج ضلع پشاور۔
(۱۸) مریم بی بی صاحبہ زوجہ نظام الدین صاحب نجار گھونہ ہٹہ ضلع شیخوپورہ۔
(۱۹) صاحبزادہ عبدالسلام صاحب ساکن قلعہ نمدیہ ہنر خونتی ضلع بنوں۔
(۲۰) مسماۃ عالم بی بی صاحبہ زوجہ منشی سربلند خان صاحب گوکھووال ضلع لائلپور۔
(۲۱) حمیدہ بیگم صاحبہ معلمہ گرلز سکول قادیان۔
(۲۲) شیخ محمد عبداللہ صاحب ٹیکس کلکٹر کنٹونمنٹ چھاؤنی نوشہرہ۔
(۲۳) محمد شفیع صاحب ڈرائیور نوشہرہ انجن شیڈ۔
(۲۴) ملک محمد لطافت صاحب ہوتی مردان ضلع پشاور۔
(۲۵) ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے قادیان۔
(۲۶) شیخ تاج محمود صاحب چنیوٹ۔
(۲۷) مسماۃ خیر النساء صاحبہ زوجہ صوبہ دار ولی محمد خان صاحب ساکن الہ آباد۔

(ناظر بہشتی مقبرہ صدر انجمن احمدیہ قادیان)

غیر مبائعین ایڑی کے بل پھر گئے

احمدیت کی مخالفت میں بہائیت کی ہمنوائی

عراق کی ڈاک سے مجھے ایک لفافہ ملا۔ جس پر ہندوستانی طرز تحریر میں میرے نام کے آخر میں احمدی القادیانی لکھکر من اھالی ھندوستان ملبشر فرقۃ القادیانیۃ لاحمدیۃ لکھا تھا۔ ترکیب عبارت بتا رہی تھی۔ کہ مرسل کوئی ہندوستانی ہے۔ جب کھولا۔ تو مرسل کا نام تو معلوم نہ ہوا۔ البتہ مولوی عبد اللہ کا ٹریکٹ قادیانی اور بابی کے عنوان کا ملا۔

میں اس کے بھیجنے والے دوست کا تو شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے نام سے اطلاع دیتے۔ تو میں براہ راست انہیں جواب دیتا۔ تاہم میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس ٹریکٹ کے جواب میں چند باتیں عرض کروں۔ اور بتاؤں۔ اس ٹریکٹ کا محرر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے پرلے درجہ کا جاہل یا پکا بہائی اور عمداً حق پوشی میں کامل دسترس رکھنے والا ہے۔ اس ٹریکٹ کی اکثر ضروری باتوں کا جواب الفضل ۸ نومبر ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں دیا جا چکا ہے۔ اب میں ان باتوں کو چھوڑ کر دوسری باتوں کے متعلق کچھ تحریر کرتا ہوں۔ مولوی عبد اللہ صاحب کا

پہلا اعتراض

یہ ہے۔ کہ قادیانی آیت خاتم النبیین میں خاتم کے معنے مہر کے لیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ رسالہ نجات مؤلفہ خلیفہ قادیان۔ یہی معنے بابیوں کی کتاب مناظرات الدینیہ صفحہ ۸۶ میں لکھے ہیں۔

جواب

معترض نے نجات کا حوالہ دیا۔ جو ۱۹۲۳ء میں چھپی ہے۔ لیکن میں اسے ۱۹۱۰ء کا حوالہ بتاتا ہوں۔ مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں

"اگر آج نبوت کے برکات کسی پاک انسان کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ تو وہ قرآن شریف ہی کے ذریعہ سے اور آنحضرت صلعم کی وساطت سے ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین یعنی انبیاء کے سلسلے مہر ہیں۔ اب کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو آنحضرت صلعم کی غلامی کی مہر اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو۔ غرض نبوت کے برکات بند نہیں ہوئے بلکہ اب بھی ایسے ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے حاصل ہوتے تھے۔ مگر اب کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ شریعت قرآن کریم کے ذریعہ کامل ہو چکی ہے۔ اور نہ اب کوئی ایسا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ جو خاتم النبیین کی اتباع کا سرٹیفکیٹ اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو۔ (ریویو بابت ماہ جولائی ۱۹۱۰ء)

مولوی محمد علی صاحب اپنے مخلص مرید مولوی عبد اللہ صاحب کو جواب دیں۔ کہ کیا انہوں نے خاتم النبیین کے مذکورہ بالا معنے بہائیوں کی کتاب سے نقل کرکے لکھے تھے۔ جس دریدہ دلی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خدا تعالےٰ کے خوف کو دل میں جگہ دے کر بالصراحت تحریر کریں۔

دوسرا اعتراض

آیت یلقی الروح و آیت اما یاتینکم سے بہائیوں نے اجرائے رسالت پر استدلال کیا ہے۔ اور یہی دلائل قادیانی پیش کرتے ہیں۔ جن کو قادیانی شاگردوں نے نقل کرکے اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔

جواب

اس کے جواب میں حسب ذیل عبارت پیش کی جاتی ہے مولوی غلام حسن صاحب پشاوری اخبار بدر جلد ۷ عدد ۱۴ ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں۔

"اس سے صاف آیت بھی بتا دیتے ہیں۔ یا بنی آدم اما یأتینکم رسل منکم الخ سید صاحب آپ قرآن کھولکر دیکھیں۔ یہاں گذشتہ رسولوں کا کوئی قصہ نہیں۔ بلکہ یہاں سیاق و سباق آیت صاف بتا رہا ہے۔ کہ اصحاب رسول یہاں مخاطب ہیں۔ اور رسول وہ رسول ہیں جو صحابہ کے بعد آنیوالے ہیں"

مولوی غلام حسن صاحب پشاوری فرمائیں۔ کہ آپ نے یہ استدلال بہائیوں سے چرا کر لکھا تھا۔ آپ کو جواب دینے کی اس لئے تکلیف دی گئی ہے۔ کہ مولوی عبد اللہ آپ کی جماعت سے تعلق رکھنے کے مدعی ہیں۔ اس لئے وہ آپ سے جلدی سمجھ جائینگے آپ بذریعہ پیغام صلح بتائیں۔ کہ آپ نے کیوں یہ سرقہ کیا۔

تیسرا اعتراض

قادیانی شریعت جدیدہ جاری کر رہے ہیں۔ کیا جزیہ کا قرآنی حکم منسوخ کر دینا اور مسلمانوں کے پیچھے نماز کو حرام کر دینا جناب مرزا صاحب پر ایمان لانے کو مدار نجات ٹھہرانا وغیرہ شریعت جدیدہ نہیں۔ تو اور کیا ہے۔

جواب

شریعت کیا ہے؟ وہ جو قرآن مجید اور آنحضرت صلعم سے ثابت ہو۔ اللہ تعالےٰ یا آنحضرت صلعم نے کہیں نہیں فرمایا۔ کہ مامور من اللہ کے منکر کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ شریعت کا یہی حکم ہے۔ کہ امام وہ ہو۔ جو نیک اور متقی اور سنت کا پابند اور عالم قرآن و حدیث ہو۔ اسی طرح جزیہ کا حکم بھی ہم نے کبھی منسوخ نہیں کیا۔ جزیہ کا حکم بھی اس وقت جاری ہوتا ہے۔ جب جنگ ہو۔ ہم نے تو کسی سے جنگ نہیں کی۔ البتہ حدیث میں یضع الحرب اور یضع الجزیۃ مسیح موعود کی علامت آئی ہے۔ کہ وہ جنگ نہیں کرے گا چنانچہ اس کے مطابق حضور نے اعلان فرمایا۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال۔ دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائیگا۔ وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا

پس ہم تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

(۲) نمازوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"پس یاد رکھو۔ کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے۔ کہ تمہارا امام وہ ہو۔ جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے۔ کہ امامکم منکم" (اربعین صفحہ ۲)

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان کو مدار نجات ٹھہرانے کے متعلق سن لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا۔ اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں۔ دیکھے۔ اور جس کے کان ہوں سنے"۔ (اربعین صفحہ ۴) باقی مسائل پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب جواب دیں۔ کہ آیا مولوی عبد اللہ صاحب اپنے اعتراضوں کی رو سے صریح طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ نہیں کر رہے؟

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو۔ کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ
سر پہ خالق ہے اسکو یاد کرو۔ یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ

چوتھا اعتراض

قادیانیوں کے پاس میرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کے لئے بنیادی دلیل یہ ہے۔ کہ جو شخص مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔ اور وحی الٰہی کے دعوی پر تیئیس برس کا عرصہ گذر جائے۔ تو ایسا شخص یقیناً خدا کی طرف سے ہے۔ اور یہ استدلال آیت لو تقول پر مبنی ہے۔ اور بہائی بھی جناب بہاء اللہ کا مامور من اللہ ہونا اسی دلیل سے ثابت کرتے ہیں۔

جواب

اس آیت سے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے صدق دعویٰ پر دلیل دی ہے۔ اور اربعین نمبر ۴ میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ جب اس آیت کو حافظ محمد یوسف کے سامنے آپ کے صحابہ نے پیش کیا۔ تو اس نے مولوی عبد اللہ والا جواب دیا۔ آپ اس دلیل اور حافظ محمد یوسف کے جواب کو ذکر کرکے تحریر فرماتے ہیں۔

"جن لوگوں کو اسلام کی کتابوں پر نظر ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ آج تک علماء امت میں سے کسی نے یہ اعتقاد ظاہر نہیں کیا۔ کہ کوئی مفتری علی اللہ آنحضرت صلعم کی طرح تئیس برس تک زندہ رہ سکتا ہے۔ بلکہ یہ تو صریح آنحضرت صلعم کی عزت پر حملہ اور کمال بے ادبی ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی پیش کردہ دلیل سے استخفاف ہے۔ ہاں ان کا یہ حق تھا۔ کہ مجھ سے اس بات کا ثبوت مانگتے کہ میرے دعویٰ مامور من اللہ ہونے کی مدت تئیس برس یا اس سے زیادہ اب تک ہو چکی ہے۔ یا نہیں۔ ..... ہم یقیناً جانتے ہیں۔ کہ قرآنی دلیل کبھی نہیں ٹوٹ سکتی۔ یہ خدا کی پیش کردہ دلیل ہے۔ نہ کسی انسان کی۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"یہ خدا کی قدرت ہے۔ کہ اس نے منجملہ اور نشانوں کے یہ نشان بھی میرے لئے دکھایا۔ کہ میرے وحی اللہ پانے کے دن سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنوں سے برابر کئے جب سے کہ دنیا شروع ہوئی۔ ایک انسان بھی بطور نظیر نہیں ملیگا جس نے ہمارے سردار نبی صلعم کی طرح تئیس برس پائے ہوں۔ اور پھر وحی اللہ کے دعویٰ میں جھوٹا ہو۔ یہ خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص عزت دی ہے۔ جو ان کے زمانہ نبوت کو بھی سچائی کا معیار ٹھیرا دیا ہے۔ پس اے مومنو! اگر تم ایک شخص کو پاؤ۔ جو مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور تم پر ثابت ہو جائے۔ کہ وحی اللہ پانے کے دعویٰ پر تئیس برس کا عرصہ گذر گیا۔ اور وہ متواتر اس عرصہ تک وحی اللہ پانے کا دعوےٰ کرتا رہا۔ اور وہ دعویٰ اس کی شائع کردہ تحریروں سے ثابت ہوتا ہو۔ تو یقیناً سمجھ لو۔ کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ کیونکہ ممکن نہیں۔ کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی پانے کی مدت اس شخص کو مل سکے۔ جس شخص کو خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ وہ جھوٹا ہے۔ ہاں اس بات کا واقعی طور پر ثبوت ضروری ہے۔ کہ درحقیقت اس شخص نے وحی اللہ پانے کے دعوے کے بعد تئیس برس کی مدت حاصل کر لی۔ اور اس مدت میں اخیر تک کبھی خاموش نہیں رہا۔ اور نہ اس دعویٰ سے دستبردار ہوا۔ سو امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔ جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کی مدت دی گئی ہے اور تئیس برس تک برابر سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا۔"

عبارت بالکل صاف اور واضح ہے۔ خلاصہ مندرجہ ذیل امور ہیں

(۱) مفتری علی اللہ کو تئیس برس کی مہلت نہیں دیجاتی۔

(۲) اس قول میں کہ مفتری علی اللہ بھی اتنی مدت زندہ رہ سکتا ہے۔ صریح آنحضرت صلعم کی عزت پر حملہ اور کمال بے ادبی اور خدا تعالےٰ کی پیش کردہ دلیل سے استخفاف ہے۔

(۳) اگر کوئی مامور من اللہ وحی اللہ پانے کے بعد تئیس برس زندہ رہے اور وحی شائع کرتا رہے۔ تو وہ ضرور خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے اور سچا ہے۔

(۴) ایسا شخص امت میں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کی مدت دی گئی۔ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں۔ اور کوئی نہیں۔

اب ان باتوں کو مد نظر رکھکر مولوی عبداللہ صاحب کی عبارت پڑھیں۔ جو یہ ہے "کہ جناب بہاء اللہ کا دعویٰ مبعوث من اللہ اور مامور من اللہ ہونے کا تھا۔ ..... اور بہاء اللہ کا دعوےٰ پہلے بھی ہے۔ اور دعویٰ سے تئیس برس تک اس نے مہلت بھی پائی ہے"

پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ آیت لو تقول سے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے صدق دعوے پر استدلال کیا ہے۔ اور مولوی عبداللہ صاحب کہتے ہیں۔ کہ "یہ امر دین بہائی کی نقل مطابق اصل ہے۔ تو اصل کو چھوڑ کر نقالوں کی پیروی کرنا اگر غایت درجہ کی بے وقوفی نہیں۔ تو اور کیا ہے" پس بر بنائے مسلمات خود مولوی عبداللہ صاحب اور ان کے ہمنواؤں کا فرض ہے۔ کہ وہ ظاہراً بہائیت اختیار کر کے اپنی ایمانداری کا ثبوت دیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک بہاء اللہ مامور من اللہ تھا۔ وحی کا مدعی تھا۔ اور تئیس برس تک اس نے مہلت بھی پائی۔ اور مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی ایسا شخص پایا جائے۔ تو وہ ضرور سچا ہے مگر ہم تو بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ آپ کے سوا اور کوئی امت میں ایسا شخص نہیں پایا گیا جس نے دعویٰ وحی کے بعد تئیس برس کی مہلت پائی ہو۔

مولوی محمد علی صاحب سوچیں

یہ ہے جناب آپ کی انجمن کے ممبروں کی حالت انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انسان جب حق کو ترک کرتا ہے۔ تو اسے کئی غلطیوں کا مرتکب ہونا پڑتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے ایک خادم کی نبوت ماننے سے انکار کیا۔ اور آخر اس شخص کے پاؤں پر گرے۔ جو نسخ شریعت اسلامیہ کا مدعی اور اپنے آپ کو آنحضرت صلعم سے افضل بتانے والا اور اپنی کتاب کی ایک آیت کی تلاوت کو سارے قرآن مجید کی تلاوت سے بڑھکر بتانے والا ہے۔ مولوی صاحب آپ نہایت توجہ سے کام لیں۔ مولوی عبداللہ کے ٹریکٹ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بہائیت اس کی شریانوں اور عروق میں سرایت کر چکی ہے۔ تبھی وہ اس منظہر میں ظاہر ہوا اور اس کی مدح میں رطب اللسان ہے۔ یہ سزا ہے اس بات کی۔ کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایسے ہی دو منافقوں کے جماعت سے اخراج کا اعلان کیا۔ تو پیغامیوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ کہ لو اب ان میں بہائی بھی پیدا ہونے لگے ہیں۔ مگر دیکھا۔ کیسے مدینۃ المسیح نے مدینہ منورہ کی طرح اس گند کو باہر پھینک دیا۔ مگر اب تمہاری انجمن کے ممبران سب کے سب بہائیت کی تعریف بڑے فخر سے خدمت اسلام سمجھ کر ٹریکٹوں کے ذریعہ عالم میں پھیلا رہے ہیں۔ جیسے مجھے خاص طور پر ٹریکٹ بھیجا گیا۔ ویسے ہی دوسروں کو بھی بھیجا گیا ہوگا۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ کی انجمن کے سب ممبران مضمون ٹریکٹ سے متفق ہیں

بہائیت ایک مردہ دین ہے۔ جو نوزائیدگی کی حالت میں ہی مر گیا۔ چنانچہ جب میں حیفا پہونچا۔ اور بہاء اللہ کی پوتی سارہ کے مسیحی خاوند ایڈیٹر اخبار الکرمل سے ملاقات ہوئی۔ تو اس کی زبان پر سب سے پہلے یہی الفاظ جاری ہوئے۔ کہ قد ماتت البہائیۃ الآن کہ اب بہائیت مر چکی ہے۔ حیفا جو ان کا مرکز ہے۔ اس میں سوائے چند عمارتوں اور قبروں کے رکھا ہی کیا ہے

پانچواں اعتراض

قادیانی کہتے ہیں۔ کہ بہاء اللہ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ اس نے الوہیت اور ربوبیت کا دعویٰ کیا ہے۔ لہذا اس پر آیت لو تقول صادق نہیں آتی۔ مگر قادیانیوں کا یہ عذر عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ ..... چونکہ جناب بہاء اللہ کا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا ہے۔ الوہیت و ربوبیت کا نہیں۔ لہذا قادیانی وسوسہ ہی بیہودہ ہے

جواب

مولوی محمد علی صاحب جواب دیں۔ کہ آیا۔ جو کچھ آپ کی انجمن کے ممبر بیان کر رہے۔ صحیح ہے؟ آپ کیوں ایسے بیباک حق پوش شخص کے منہ میں لگام نہیں دیتے۔ دیکھئے۔ یہ قادیانیوں کے لفظ کی آڑ لے کر درحقیقت آپ کی تمام انجمن کو بہائیت کی تبلیغ کر رہا ہے۔ ورنہ کیا وہ اتنا جاہل ہے۔ کہ اسے اپنے امیر کا مذہب بھی بہاء اللہ کے دعوے کی نسبت معلوم نہیں۔ جو اس نے آج سے تقریباً اکیس سال پہلے ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ فروری ۱۹۰۸ء میں لکھا۔ اور جو یہ ہے۔

"ان تمام دعاوی سے بڑھکر اسکا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ میرا ظہور خود اللہ تعالےٰ کا ظہور ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ انبیاء ایک معنی میں اللہ تعالےٰ کے مظہر ہوتے ہیں۔ مگر بہاء اللہ کا دعوے اس قسم کا مظہر ہونے کا نہیں۔ بلکہ وہ صریح الفاظ میں اپنے آپ کو خدا کہتا۔ اور یہی نام اپنے مریدوں کے منہ سے اپنے لئے پسند کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی کتاب کو پڑھ لو۔ یہی دعوے نظر آتا ہے۔ اس نے بار بار اپنے آپ کو خدا۔ خالق۔ الرحیم۔ العظیم عالم الغیب۔ مالک یوم الدین۔ قابض الارواح وغیرہ مدعیانہ طور پر لکھا ہے۔ اور ہر ایک الٰہی صفت جو اس کی راہ میں آئی اس نے اس کو اپنے اوپر چسپاں کر دیا۔ اس نے دوسرے مذہبوں کے پابندوں کو ہی مشرک نہیں کہا۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی مشرک کہا ہے۔ جو اس کے پیر بھائی تھے۔ اور اس سے کسی وجہ سے اختلاف رکھتے تھے۔ غرض اپنے مسائل کی رو سے اس نے اپنے آپ کو خدائے برحق ظاہر کیا۔ اور اس لئے جو لوگ خدائے حقیقی کے ماننے والے ہیں۔ اور اس کو خدا نہیں مانتے۔ ان کو اس نے مشرک کہا ہے۔ گویا بہاء اللہ کی الوہیت کا دعوےٰ بابی مذہب کا اصل اصول ہے۔"

بہاء اللہ کا دعوےٰ الوہیت کوئی ایسی بات نہیں ہے

مہ مہ جس کو مہ کھینچ تاکر ناحق اسکی طرف منسوب کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کھلے طور پر اسکی عبارات سے ثابت ہے۔ بے شک اس شخص نے اپنے آپ کو کھلے طور پر خدا ظاہر کیا۔ اور خدا تعالےٰ کی ہر ایک صفت اپنے پر لگائی۔ اور الوہیت کا ...

کانگریس نگر کی سیر

انڈین نیشنل کانگریس لاہور کی کارروائی جہاں تک سیاسی قرار دادوں یا ریزولیوشنز کا تعلق ہے۔ بہت وضاحت سے پبلک کے سامنے آچکی ہے۔ اس لئے اس پر لکھنے کی حاجت نہیں لیکن کانگریس کی دیگر تفاصیل ایک ایسا پہلو ہے۔ جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ؂

کانگریس نگر کے دو حصے تھے۔ ایک بہت بڑا احاطہ جس کے اندر کانگریس کا پنڈال اور ڈیلیگیٹوں کے خیمے وغیرہ تھے۔ یہ حصہ آہنی دیوار کھینچکر بہت محفوظ کر لیا گیا تھا۔ اور اس حصہ کے اندر بغیر ٹکٹ کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ دوسرا حصہ سڑک کے اس پار تھا۔ اور اس حصہ میں پھرنے کی ہر شخص کو آزادی تھی۔ چونکہ کانگریس کی اندرونی کارروائی کوئی لکی چھپی بات نہ تھی۔ اور اُسے آخر اخبارات میں آنا ہی تھا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ بیرونی حصہ کا بغائر ملاحظہ کروں۔ اور دیکھوں۔ کیا ہو رہا ہے ؂

میں اس سڑک پر چل پڑا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک اچھا خاصہ سجا سجایا پنڈال نظر آیا۔ جس کے باہر ”جات پات توڑک سبھا“ کا ایک جلی الفاظ میں لکھا ہوا بورڈ آویزاں تھا۔ اور اندر ایک کھدر پوش مہاشہ تقریر کرنے میں مصروف تھے۔ لوگوں کا اچھا خاصہ جمگھٹا تھا میں اندر داخل ہو گیا۔ اور داخلہ کے ساتھ ہی جو الفاظ میرے کان میں پڑے۔ وُہ یہ تھے۔ مسلمان اور سناتن دھرمی چونکہ دونوں بُت پرست ہیں۔ اس لئے آریہ سماج کو مٹانے کے لئے دونوں متحد ہو گئے ہیں ؂

میں یہ الفاظ سُنکر بھونچکا سا رہ گیا۔ اور سوچنے لگا۔ خدایا یہ کیا ماجرا ہے۔ کانگریس نگر کے اندر اس قدر افتراق انگیزی ۔ دروغ گوئی اور غلط بیانی۔ آخر مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں نے فاضل لیکچرار کو توجہ دلائی۔ کہ خاص کانگریس نگر میں اس قسم کی اشتعال انگیزی اور دروغگوئی ایک شریف اور امن پسند شہری کے لئے موزوں نہیں لیکن مجھے یہ کہکر خاموش کر دیا گیا۔ کہ یہ کانگریس پلیٹ فارم نہیں۔ مجھے معلوم ہُوا۔ کہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بدزبانی اسلام کے متعلق یہاں ہو چکی ہے۔ اور ایک مسلم نوجوان کی درخواست کے باوجود ایسے غلط بیانیوں کی تردید کا موقعہ نہیں دیا گیا ؂

یہاں سے میں آگے بڑھا۔ اور ایک اور پنڈال میں داخل ہُوا جو غالباً سناتن دھرم سے تعلق رکھنے والے ہندوؤں کا تھا۔ ایک ہندو نوجوان معروف خوش نوائی تھے۔ لیکن ساتھ ساتھ اشعار آبدار کی تشریح نثر میں بھی کرتے جاتے تھے۔ اور جب میں پہونچا۔ تو آپ پُوری وضاحت سے وُہ واقعہ بیان فرما رہے تھے جس میں گورو گوبند سنگھ جی کے لڑکوں کا زندہ دیوار میں چن دیا جانا مذکور ہے۔

یہ سب کچھ دیکھکر میں حیران تھا۔ کہ میں کانگریس نگر میں جہاں انڈین نیشنلٹی کا مظاہرہ ہونا چاہئے تھا۔ پھر رہا ہوں۔ یا کسی ہندو بستی میں ؂

اس کے علاوہ قریباً سات پنڈال اور تھے۔ جن میں مختلف طریقوں اور مختلف ناموں سے ہندو ازم کی تبلیغ و اشاعت کی جارہی تھی۔ شدھی اور سنگھٹن کے مرکز بھی قائم تھے۔ نامدھاری اور دوسرے سکھ صاحبان کے بھی دو پنڈال تھے۔ جن میں وُہ اپنے مقاصد و معاد کے لئے پروپیگنڈا کر رہے تھے۔ مگر افسوس مسلمان کہیں نظر نہ آتے تھے ؂

دوسری قابل ذکر بات کانگریس والنٹیرز سے تعلق رکھتی ہے۔ والنٹیروں کی وردی نہایت بے وضع۔ بے رعب اور بھونڈی تھی جس میں کوئی وقار نظر نہ آتا تھا۔ اگرچہ وُہ پبلک سے حتی الامکان اور اپنی تعلیم و تربیت کے مطابق تہذیب سے گفتگو کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن میں نے نہایت افسوس سے دیکھا۔ اُن میں باہمی تُو تُو میں میں بہت زیادہ ہوتی تھی۔ ایک موقعہ پر ایک عورت کانگریس کے اجلاس سے اٹھکر باہر آئی۔ ایک والنٹیر نے جو گیٹ پر آن ڈیوٹی تھا۔ اس سے پوچھا۔ کیا آپ پھر اندر آئیں گی؟ اس پر دوسرے والنٹیر نے جو ممکن ہے کوئی عہدہ دار ہو۔ اس غیر ضروری سوال پر اسے ڈانٹا۔ اس پر ان میں سخت تکرار بلکہ سخت کلامی تک نوبت پہونچگئی۔ اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی نہایت تکلیف دہ نظر آیا۔ کہ خود والنٹیر بھی فرقہ وارانہ جذبات سے بہت بُری طرح متاثر تھے۔ ایک ہندو والنٹیر نے ایک سکھ چھابڑی والے کو ایک جگہ سے اٹھا دیا۔ لیکن ایک سکھ والنٹیر نے اسے پھر بٹھا دیا۔ اور اس پر دونوں والنٹیروں میں خوب تکرار ہوئی۔ ہندو کہتا تھا۔ دوکاندار چونکہ سکھ ہے۔ اس لئے تم اس کی رعایت کرتے ہو۔ اور سکھ کہتا تھا۔ اس کے سکھ ہونے کی وجہ سے تم اسے ناحق تکلیف دے رہے ہو ؂

پھرتے پھراتے جب بھوک لگی۔ تو میں بازار کی طرف گیا۔ وہاں جاکر معلوم ہُوا۔ اس قدر وسیع بازار میں صرف ایک مسلمان کی دوکان ہے۔ جہاں روٹی وغیرہ مل سکتی ہے۔ لیکن وُہ دوکان بازار کی آخری دوکان تھی جب میں وہاں پہونچا۔ تو روٹی تو نہ مل سکی۔ کیونکہ ختم ہو چکی تھی مگر دوکان دیکھنے کا موقعہ ضرور مل گیا۔ یہ دوکان آخری دوکان تھی۔ اور اس سے ملحقہ زمین رفع حاجت کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ کیونکہ کانگریس کے مدبرین نے کوئی ٹٹیاں وغیرہ بیرونی حصہ میں نہیں بنائی تھیں۔ اس دوکان کے علاوہ صرف ایک اور مسلم چائے فروش نظر آیا۔ جو صرف چائے بیچتا تھا۔ کھانے کی اگر کوئی چیز درکار ہو۔ تو ملحقہ ہندو دوکان سے لادی جاتی تھی ؂

خاص کانگریس پنڈال کے سامنے ”بھارت ماتا“ کا ایک بُت کھڑا تھا۔ جو ایک ہندو عورت سے مشابہ تھا۔ وُہ ایک ہاتھی پر ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اور اس کے پاؤں کے پاس شیر بیٹھا تھا۔ ”بھارت ماتا“ کے ہاتھ میں سکھ مذہب کا نشان تھا۔ جو بتا رہا تھا۔ کہ ”بھارت ماتا“ پر ہندوؤں اور سکھوں کا ہی قبضہ ہے ؂

کانگریس نگر کی سیر سے فارغ ہو کر میں تبلیغ کانفرنس میں پہنچا جو اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں ہو رہی تھی۔ وہاں جاکر نہایت حسرت سے دیکھا۔ کہ باوجودیکہ حفیظ صاحب جالندھری کو بار بار نظمیں پڑھنے کی تکلیف دی جاتی تھی۔ مگر حاضری نہایت مایوس کن تھی۔ صرف تین چار سَو مسلمان نہایت شاندار شامیانہ کے نیچے بیٹھے ہیں۔ اور لطف یہ کہ ان میں بھی کوئی مقتدر ہستی نظر نہ آتی تھی۔ سوائے دو یا تین کے۔ اور کسی علمی یا عملی پروگرام پر مشتمل تقریر کی بجائے مختلف قرار دادیں پیش ہو کر دھڑا دھڑ پاس ہو رہی تھیں۔ افسوس ہے۔ کہ ایسے اہم اور نازک دَور میں بھی مسلمان موقعہ کی نزاکت کا احساس نہیں کرتے ؂

(نامہ نگار)

حلقہ برہمن بڑیہ میں تبلیغی دورہ

کا

پروگرام

مولوی ظل الرحمٰن صاحب مبلغ کے تبلیغی دورہ کا مندرجہ ذیل پروگرام برائے اطلاع جماعتہائے علاقہ برہمن بڑیہ صوبہ بنگال شائع کیا جاتا ہے:۔

مرکز برہمن بڑیہ سے ۲۰۔ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء ڈھاکہ قیام ایک دن ؂

۲۲۔ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء سنبھو پورہ قیام ۸۔ دن ؂

۲۔ فروری سنہ ۱۹۳۰ء تا نار کاندی قیام ۳۔ دن۔

۵۔ فروری سنہ ۱۹۳۰ء بیر پیکشاہ قیام ۴۔ دن۔

۹۔ فروری سنہ ۱۹۳۰ء برہمن بڑیہ قیام ۴۔ دن۔

۱۵۔ فروری سنہ ۱۹۳۰ء گھاٹورہ قیام ۱۔ دن

۱۷۔ فروری سنہ ۱۹۳۰ء سرائیل قیام ۱۔ دن۔

۱۹۔ فروری سنہ ۱۹۳۰ء تاروا قیام ایک دن۔

۲۱۔ فروری سنہ ۱۹۳۰ء برہمن بڑیہ قیام ۲۔ دن۔

۲۴۔ فروری سنہ ۱۹۳۰ء اکھاڈڑا قیام ایک دن۔

۲۶۔ فروری سنہ ۱۹۳۰ء کرورہ قیام ایک دن۔

۲۸۔ فروری سنہ ۱۹۳۰ء برہمن بڑیہ قیام تا عید الفطر

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

اہلی زندگی کی مشکلات کا سائنٹیفک حل

اہلی زندگی کی اصلاح کے لئے دنیا بھر کی ایک لیگ بنی ہوئی ہے۔ جس کی تیسری بین الاقوامی کانگریس ستمبر کے مہینہ میں لنڈن میں ہوئی۔ اس میں انہوں نے شادی۔ طلاق۔ امراض خبیثہ۔ برتھ کنٹرول اسقاط وغیرہ کے متعلق مضامین پڑھے۔ ان کی تجاویز کا خلاصہ سہ ماہی ریمارکس درج ذیل کیا جاتا ہے:-

طبی مشورہ قبل نکاح

نیویارک کے محکمہ حفظان صحت کے آفیسر ڈاکٹر سٹون نے اپنے پرچہ "شادی" میں نکاح سے قبل مرد اور عورت دونوں کو طبی مشورہ لینا ضروری قرار دیا۔ انہوں نے کہا۔ اہلی زندگی کی کئی مشکلات کی اصل وجہ میاں بیوی دونوں میں ایسی جسمانی یا ذہنی ناموافقت ہوتی ہے۔ جو طبی مشورہ قبل نکاح سے روکی جا سکتی ہے۔ پس اس کی اصلاح کے لئے ایک اہم بات ہر مرد اور عورت کا "قبل نکاح" طبی معائنہ ہے۔ چنانچہ کئی حکومتوں نے اس بات کو قانوناً ضروری قرار دیا ہوا ہے مگر انہوں نے اس معائنہ کی غرض کو بہت محدود کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ صرف یوجینک نقطہ نگاہ (جس کی غرض یہ ہے۔ کہ موروثی امراض کا انتقال جنین میں روکا جا سکے) سے ایسا معائنہ کراتی ہیں۔ حالانکہ اس "مشورہ قبل نکاح" کی غرض بہت وسیع ہونی چاہیئے۔ مثلاً ڈاکٹر معائنہ کر کے دونوں کو تدابیر مانع حمل بتائے۔ خاص تعلقات کے متعلق ضروری ہدایات دے۔ مرد کی "منی" کا معائنہ کرے۔ تا اگر اس میں "حیوانات منویہ" نہ ہوں۔ تو آگاہ کر دیا جائے۔ عورت کے خاص اعضاء میں ایسے عوارض کا تدارک کیا جائے۔ جن کی وجہ سے مرد عورت کے تعلقات عملاً ناممکن ہوتے ہیں۔ پھر اس کی "پیڈو" کی ہڈیوں کو ماپا جائے۔ تا اگر وہ چھوٹی ہوں۔ تو اُسے وضع حمل کے خطرات سے آگاہ کیا جا سکے۔ وغیرہ وغیرہ

عورتوں کا طبی معائنہ

مجھے ڈاکٹر سٹون کی اس تجویز سے تو اتفاق ہے۔ کہ نکاح سے قبل طبی مشورہ لیا جائے۔ مگر جہاں میں فاضل محقق کی اس رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔ کہ مردوں کا "قبل نکاح" طبی معائنہ ہو۔ وہاں میں ان کی اس تجویز کے خلاف ہوں۔ کہ عورتوں کا بھی ایسا معائنہ کیا جائے۔ عورت کے لئے ایسے معائنہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ شادی کی گو ایک غرض حصول اولاد بھی ہے۔ مگر بڑی غرض حصول تقویٰ ہے۔ اگر کوئی عورت بغیر طبی معائنہ کے بیاہی جائے۔ اور وہ اولاد کے قابل نہ ہو۔ تو بعد نکاح زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا۔ کہ اس کے اولاد نہ ہوگی۔ مگر اسلامی نقطہ نگاہ سے ایسی عورت کی شادی بھی ضروری ہے۔ کیونکہ تقویٰ کے قیام کے لئے اس کے جذبات کا بھی جائز طور پر پورا ہونا ضروری ہے۔

ہاں اگر یہ کہا جائے۔ کہ شادی کی اہم غرض حصول اولاد ہے تو پھر ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ طبی معائنہ کے بعد جو عورت جسمانی یا ذہنی لحاظ سے اولاد کے ناقابل ثابت ہوگی۔ اسے شادی کی اجازت نہ دی جائے گی۔ مگر ظاہر ہے۔ اس طرح عورتوں کے لئے تو یہ ظلم ہوگا۔ اور انہیں بدی پر مجبور کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ ایک عورت یوں بانجھ ہو۔ مگر اس میں جذبات نفسانی ہوں بلکہ میرے نزدیک تو بانجھ عورت کو شادی کی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ اولاد والی عورت کی طرح اس کی شہوانی طاقت حمل۔ وضع اور رضاع وغیرہ کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔ باقی رہا یہ سوال کہ بانجھ عورت کی شادی سے قوم کا نقصان ہوگا۔ اس کا حل آسان ہے۔ اسلام نے ایسے حالات میں مرد کے لئے تعدد ازدواج کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

مردوں کا معائنہ ضرور ہو

مردوں کا طبی معائنہ "قبل نکاح" ضرور ضروری ہے بخصوصاً ان کے نطفہ میں "حیوانات منویہ" کا امتحان۔ مگر اس سے میرا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ کہ جن مردوں کے نطفہ میں ایسے "حیوانات" نہ ہوں انہیں شادی کی اجازت نہ دی جائے۔ کیونکہ ایسے مردوں کو بھی تقویٰ کے قیام کے لئے شادی کی ضرورت ہے۔ اس امتحان سے صرف غرض یہ ہو کہ "بانجھ" مردوں کی "قابل اولاد" عورتوں سے شادی نہ کی جائے۔ کیونکہ اس طرح قوم کو نقصان ہوگا۔ ہاں ایسے مردوں کے لئے بانجھ عورتیں زیادہ مناسب ہونگی۔ مثلاً بانجھ مطلقہ یا بیوہ عورت

افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ ہمارے ملک میں عموماً اس اہم اصل کو نظر انداز کیا جا رہا ہے جس سے ایک حد تک قوم کی تولیدی قوت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ بعض ایسے مرد ہوتے ہیں۔ جو بالکل اولاد کے ناقابل ہوتے ہیں۔ مگر وہ بغیر طبی معائنہ اور بغیر اس بات کی تحقیق کے کہ آیا ان میں نقص ہے۔ یا ان کی بیوی میں۔ محض حصول اولاد کی تڑپ میں دوسری بلکہ تیسری شادی کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ چونکہ بالعموم آسودہ حال ہوتے ہیں۔ اس لئے لڑکیوں کے والدین بھی دولت کے لالچ میں بغیر سوچے سمجھے شادی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ لڑکی کو دنیا کی اونچ نیچ کا علم نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ والدین کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ دوسری یا تیسری شادی پر بھی [illegible] ہیں۔ مگر اولاد نہیں ہوتی۔ ایسی شادیوں سے نہ صرف ملک اور قوم کو سخت نقصان ہوتا ہے۔ بلکہ عورتوں پر بھی ظلم ہوتا ہے۔ کیونکہ بیسیوں لڑکیاں اگر ایسے مردوں کے ساتھ بیاہی جاتیں۔ جو حقیقی معنوں میں مرد کہلانے کے مستحق تھے۔ تو چار یا پانچ سال کے عرصہ میں دو دو تین تین بچوں کا اضافہ ہو جاتا۔

میں اپنے بھائیوں کو مشورہ دونگا۔ کہ وہ قومی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے بالعموم شادی سے قبل طبی مشورہ لے لیا کریں۔ میرے مخاطب خصوصیت سے وہ اصحاب ہیں۔ جو حصول اولاد کے لئے اپنی پہلی بیوی کو قصور وار سمجھتے ہوئے دوسری شادی کرنے پر آمادہ ہوں۔

(ڈاکٹر چوہدری) محمد شاہ نواز خاں ایم بی بی ایس یوگنڈا

انجمن احمدیہ حیدرآباد دکن کے

حسابات کا معائنہ

مکرم و معظم ناظر صاحب بیت المال قادیان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسب الارشاد انجمن احمدیہ حیدرآباد دکن کے چندوں کے حسابات کا معائنہ کیا۔ آپ نے بقایا تحریر فرمایا۔ مگر حساب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انجمن نے اپنے بجٹ سے بھی زائد رقم ارسال کی ہے۔ چنانچہ گذشتہ سال کا حساب حسب ذیل ہے:-

۰-۸-۵۱۹ - بموجب بجٹ سنہ ۲۹-۱۹۲۸ء

۰-۰-۶۰۰ رقم روانہ کی گئی

۰-۸-۸۰ - گویا بجٹ سے زائد روانہ کیا گیا

اس طرح از روئے بجٹ بقایا کا مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں امسال کے حساب میں بقایا حسب ذیل ہے:-

	بقایا
۰-۸-۲۳۶ بموجب بجٹ ۷ ماہ کا چندہ عام ۰-۵-۲۱ روانہ کیا گیا۔	۰-۰-۲۵۵
۰-۰-۱۱۵ - بموجب بجٹ چندہ خاص ۰-۰-۷۵ روانہ کیا گیا	۰-۰-۴۰
۰-۰-۷ - جلسہ سالانہ چندہ مع مطالبہ ۰-۰-۶ روانہ کیا گیا	۰-۰-۱

اس کے متعلق مکرم جناب سیٹھ محمد غوث صاحب محاسب انجمن احمدیہ کا بیان ہے۔ کہ حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ اور کی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ باقی ۵ مہینے میں پوری رقم ادا کر دی جائے گی۔

شرح کے مطابق چندہ نہ دینے والے چند احباب ہیں۔ ان کے چندے بڑھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہاں مجھے یہ کہنا چاہیئے۔ کہ حسابات دیکھنے سے مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ دو سال کے پیشتر کے حساب میں بقایا ضرور ہے۔ وہ وصول کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور یہ اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ گذشتہ سال میں بجٹ سے زائد رقم روانہ کی گئی۔ اس طرح اس سال بھی انشاء اللہ تعالیٰ زائد رقم روانہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے متعلق جناب محاسب صاحب جس محبت اور ایثار سے کام کرتے ہیں۔ وہ قابل تحسین ہے۔ ان کے علاوہ میں مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب نیر اور مکرم اخویم سید بشارت احمد صاحب کا بھی مشکور ہوں۔ کہ انہوں نے جماعت کو مؤثر الفاظ میں تحریکات کر کے اور فرداً فرداً احباب کو سمجھا کر میرے اس کام میں بہت آسانی کر دی جس کے نتیجہ میں سالانہ جلسہ فنڈ میں مکرر رقم بڑھائی گئی۔ اور کچھ بقایا بھی وصول ہوا۔ اور انشاء اللہ بہت سا بقایا جلد وصول ہو جائیگا

ناکسار عبدالہ الہ دین

ایک نظر ادھر بھی توجہ سے دیکھئے

عرق نور نے اپنی خداداد تاثیر سے استعمال کرنے والوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ اس کی بابت اشتہار دیکھنا ہو۔ تو اخبار الفضل کے پرچہ ۲۹ کے دیکھنے چاہئیں۔ اب اس کی شہرت کا سال ختم ہوتا ہے۔ اس کی خوشی میں یہ ماہ جنوری سنہ ۳۰ء میں ماسوائے عرق نور کے باقی ادویہ کی قیمت صرف ماہ جنوری کے لئے کم کی جاتی ہے۔ تا کہ احباب فائدہ اٹھائیں۔

(۲) عرق اسراری:۔ درد شقیقہ اور درد عصابہ جس سے نظر کمزور ہو کر خراب ہو جاتی ہے۔ شیر خوار بچوں کی مرگی جسکو ام الصبیان کہتے ہیں۔ ایک منٹ میں مرض رفع ہو جاتی ہے۔ آشوب چشم و درد دندان کیلئے بھی اکسیر اعظم ہے۔ پہلے اس کی قیمت ایک اونس کی شیشی ایک روپیہ تھی۔ اب احباب کی خاطر ۴ اونس کی شیشی ایک روپیہ کر دی ہے۔ جو چار اونس سے کم نہیں دیجائیگی۔ ایک شیشی ۸۰ مریض کو کافی ہے۔

(۳) بواسیر خونی:۔ جس کی قیمت ۳ سے ۵ تک تھی۔ رعایتی ۲ سے ۳ تک۔ (۴) بواسیر خونی پیچیدہ:۔ جس کی قیمت ۱۰ روپیہ تھی۔ رعایتی ۵ سے ۷ تک۔ (۵) خنازیر:۔ خواہ کیسی خراب گلٹیاں ہوں صرف خوردنی دوائی سے علاج کیا جاتا ہے۔ اپریشن نہیں کیا جاتا۔ نہ اوپر دوائی لگائی جاتی ہے۔ جس کی قیمت ۱۵ روپیہ تھی۔ رعایتی ۱۰ سے ۱۲ تک

رعشہ:۔ جس کی قیمت ۸ تھی۔ رعایتی ۵
سنگ رہنی:۔ خواہ ۲۰۔ ۴ برس کی ہو۔ جس کی قیمت ۱۰ روپیہ تھی۔ رعایتی ۵
بچوں کے لگڑے:۔ فی تولہ ۸ رعایتی ۶۔ دیگر ہر قسم کی دوائی بھی بارعایت مل سکتی ہے جس کی تفصیل لا حاصل ہے
سرمہ اکسیر چشم:۔ فی پیکٹ ۴

موجد ادویہ

ڈاکٹر نور بخش گورنمنٹ پنشنر انڈیا اینڈ افریقہ قادیان پنجاب

بے نظیر طبی کتابیں

یہ معلومات علم طب ہیں۔ یا انمول موتی ہیں جسے درکار ہوں وہ کوڑیوں کے مول منگوالے۔ انیسویں صدی کی دو بے نظیر طبی کتابیں مؤلفہ جناب حکیم محمد سعید صاحب چودھری نائب صدر انجمن ترقی اردو مدراس کلیات طب جدید ۲۶۴ صفحے قیمت ۲ روپیہ۔ تحقیقات ہیضہ حصہ اول ۲۶۲ صفحے قیمت عیر ہر دو کے ایک ساتھ خریدار کو ۳ روپیہ محصول ڈاک ہر حالت میں علاوہ۔ بڑے بڑے طبیبوں ڈاکٹروں علماء فضلاء اور ادیبوں سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ طب جدید کے معلومات کا ذخیرہ میڈیکل سائنس کے اعجاز نما انکشافات کا خزینہ اور مغربی تحقیقات کا مختصر انسائیکلوپیڈیا طبیبوں اور غیر طبیبوں کے لئے یکساں مفید دلچسپ سلیس اور عام فہم اردو لٹریچر میں ایک جلیل القدر اضافہ قابل مطالعہ و لائق دید۔ درخواست پر پراسپکٹس مفت روانہ کیا جائیگا۔ المشتہر

عبد الحمید حسن بی اے ایل ایل بی (علیگ) سکرٹری انجمن ترقی اردو مدراس نمبر ۲ دانیلا سٹریٹ مدراس

ہومیوپیتھک علاج

کے لئے ضرورتمند اصحاب مفصلہ ذیل پتے پر خط و کتابت کریں۔ پرانی مردانہ و زنانہ تکالیف کا نہایت احسن طریق سے بذریعہ خط و کتابت علاج ہوتا ہے۔

المشتہر:۔ ڈاکٹر محمد حسن۔ ایچ۔ ایم۔ ڈی۔ نواب گنج کانپور

مجھے رشتہ کی ضرورت ہے

دو احمدی لڑکیوں کیلئے جو ورنیکلر مڈل پاس کر چکی ہیں۔ اور اب ٹریننگ اسکول میں داخل ہونیوالی ہیں۔ علاوہ ترجمۃ القرآن و کتب حضرت مسیح موعود کے عربی فارسی۔ انگریزی بھی پڑھتی ہیں۔ رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکے احمدی مبایع تعلیم یافتہ تندرست برسر روزگار یا کاروبار صوبہ یوپی یا دہلی یا قادیان کے رہنے والے ہوں۔ لڑکیوں کی عمر ۱۶۔ ۱۴ سال ہے۔ خط و کتابت بعد تصدیق مقامی سکرٹری پتہ ذیل پر ہونی چاہئے۔ بمقام تحصیل سودہا ضلع ہمیرپور (یو۔پی) احمد بشیر الدین گرداور قانونگو

طب ہومیوپیتھی کی بیکس نایاب اور نادر تصنیف

"پیام صحت" رجسٹرڈ
(مشتمل بر دو جلد)

جلد اول:۔ دربارہ تشریح جسم انسانی۔ افعال الاعضاء حفظان صحت فلسفہ طب ہومیوپیتھی۔ طریق تشخیص امراض۔ طریق دوا سازی و خواص الادویہ ضخامت ۷۰۰ صفحات۔ تصاویر و نقشہ جات زائد از دو صد۔ قیمت آٹھ روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔ **جلد دوم**:۔ دربارہ علم العلاج۔ علامات و اسباب امراض۔ تشریح العلامات۔ دوا یہ گری۔ وطبی لغات ضخامت گیارہ سو صفحات قیمت بارہ روپیہ علاوہ محصول ڈاک

رعایت:۔ ہر دو کے خریدار سے صرف اٹھارہ روپیہ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ:۔ ہومیوپیتھک میڈیکل ہال۔ چھاؤنی فیروزپور

اخبارات کے ریویو۔ نامور اطبا کی آراء مضامین مندرجہ کی تفاصیل مفت طلب کریں

وصیتیں

نمبر ۳۰۸۴:۔ میں مریم بی بی زوجہ نظام الدین قوم نجار پیشہ نجاری عمر ۱۵ سال ساکن گھوسنہ بٹہ مشمولہ میراں پور ڈاکخانہ میراں پور تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۲۹ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر میری جس قدر جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ میری موجودہ جائداد بصورت حق مہر تینتیس ۳۳ روپیہ اور بصورت زیور ۴۶۸ روپیہ میزان کل پانچصد روپیہ ہے۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے خزانہ میں نقد داخل کرتی ہوں فقط ۱/۲۹ ۱۷

العبد:۔ نشان انگوٹھا مریم بی بی اہلیہ مستری نظام الدین صاحب
گواہ شد:۔ نشان انگوٹھا مستری نظام الدین خاوند موصیہ
گواہ شد:۔ بقلم سید لال شاہ احمدی اول مدرس میراں پور

نمبر ۳۰۸۹:۔ میں عبد السلام ولد صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ قوم سید عمر ۳۵ سال ساکن قلعہ احمدیہ نہر خوستی ڈاکخانہ سرائے نورنگ تحصیل لکی سروت ضلع بنوں بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۲۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی (۳) میری موجودہ جائداد تخمیناً چار سو کنال زمین نہری زراعتی واقعہ نہر صاحبزادہ خوست سرائے نورنگ ضلع بنوں ہے

العبد:۔ صاحبزادہ عبد السلام بقلم خود۔ گواہ شد:۔ صاحبزادہ احمد ابو الحسن قدسی برادر موصی مذکور۔ گواہ شد:۔ ملک امیر احمد افغان ضلع بنوں۔ حال باشندہ قادیان شریف

نمبر ۳۰۹۷:۔ میں محمد شریف ولد چودھری محمد الدین قوم جٹ پیشہ وکالت عمر ۳۳ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۶ء ساکن منٹگمری بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۲۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت کوئی جائداد میری مملوکہ نہیں۔ کپڑے و کتابوں وغیرہ کی جنکی مجموعی قیمت غالباً ۱۵۰۰ روپے ہو گی۔ اپنی آمد جو تقریباً ۲۰۰ روپے ماہوار ہے کا ۱/۱۰ حصہ تازیست داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرواتا رہونگا۔ میرا کوئی متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی نویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔

العبد:۔ محمد شریف وکیل منٹگمری۔ گواہ شد:۔ نذیر احمد فانی کلرک

ہندوستان کی خبریں!

لدھیانہ ۸ جنوری۔ گورنر جنرل نے مسودہ قانون حفاظت کے اسمبلی میں پیش کئے جانے کی منظوری دیدی ہے۔

پشاور ۷ جنوری۔ خواجہ ہدایت اللہ خان جو ہندوستان کے افغان قنصل جنرل مقرر ہوئے ہیں۔ کابل سے یہاں پہنچ گئے ہیں سابق قنصل افغان سفیر مقیم طہران کے سکرٹری کی حیثیت سے ایران کی طرف جائیں گے۔

کلکتہ ۱۰ جنوری۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اہل امریکہ کی ایک جہاں گرد پارٹی جو تقریباً ۸ سو سیاحوں پر مشتمل ہے۔ موجودہ موسم سرما میں ہندوستان وارد ہو گی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ ان سیاحوں کے لئے چھ جہاز کرایہ پر لئے گئے ہیں۔

لاہور ۳۱ دسمبر۔ آج ہائی کورٹ کے ڈویژنل بنچ میں سردار بھگت سنگھ اور مسٹر دت کی اپیل کی سماعت ہوئی مسٹر آصف علی وکیل صفائی کے دلائل کے بعد مقدمہ کل پر ملتوی کر دیا گیا۔

پٹنہ ۸ جنوری۔ مولوی شفیع داؤدی اور مرکزی اور صوبجاتی مجالس قوانین کے بہت سے دوسرے ارکان نے ایک بیان شائع کیا ہے جس میں اعلان کیا ہے۔ کہ کانگریس کی قرارداد سے کامل آزادی کی دلی خواہش کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ نہرو کے نظام حکومت کو مقبول بنانے کے لئے محض ایک چال ہے۔

راولپنڈی ۸ جنوری۔ گذشتہ سال سہالہ ریلوے سٹیشن کے قریب چلتی ریل گاڑی میں راولپنڈی کے ایک ہندو کو بیوی سمیت قتل کر کے ان کے زیورات وغیرہ لوٹ لئے گئے تھے۔ پولیس نے سرگرمی سے تحقیقات کر کے دو اشخاص کا چالان کر دیا تھا۔ جنہیں سشن جج نے پھانسی کی سزا دیدی ہے۔

کلکتہ ۸ جنوری۔ بنگال کونسل سے ۲۲ اصحاب نے اس وقت تک کانگریس کے فیصلہ کے مطابق استعفے داخل کر دیئے ہیں۔

لاہور ۸ جنوری۔ پنجاب پراونشل ہندو سبھا کی کارکن کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ کانگریس کے فیصلہ کے مطابق ممبروں کے مستعفی ہونے سے جو نشستیں پنجاب کونسل میں خالی ہونگی۔ ان کے لئے پراونشل ہندو سبھا اپنے آدمی کھڑے کریگی۔

انڈین پولیس سروس کے لئے بنگال سے مسٹر پرشوتم لال۔ یوپی سے مسٹر بشمبر دیال۔ پنجاب سے مسٹر انور علی اور سرحدی صوبہ سے مسٹر وزیر چند لئے گئے ہیں۔

کانگریس والنٹیروں کے کپتان جگن ناتھ نے ایک سیٹھ کے لڑکے کو جو راوی کے پل سے ۴۰ فٹ کی بلندی سے دریا میں گر پڑا تھا۔ اس کے پیچھے کود کر بچا لیا۔ سیٹھ صاحب نے ہزار روپیہ انعام پیش کیا۔ لیکن کپتان نے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔ کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔

دہلی سے زیر ایڈیٹری مسٹر مہرو سابق ایڈیٹر "پاؤنیر" ایک روزانہ اخبار نکلنے والا ہے۔ جو مسلم حقوق کی حفاظت کریگا۔

دسمبر گذشتہ میں منڈلا سٹیشن کے قریب صدر ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی آگرہ نے اس بنا پر زنجیر کھینچ کر گاڑی کو کھڑا کر دیا۔ کہ گاڑی کے پاخانے کے نل میں پانی نہ تھا۔ اس پر زیر دفعہ ۱۰۸ ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ جس میں عدالت نے انہیں بری کرتے ہوئے قرار دیا۔ کہ ایسی صورت میں ملزم کا زنجیر کھینچنا بالکل مناسب تھا۔ عدالت نے افسران ریلوے متعلقہ کی غفلت کی مذمت کی۔ اور کہا۔ کہ یہ ان کا قانونی فرض تھا۔ کہ ملزمان کو پانی بہم پہنچاتے۔

لاہور ۹ جنوری۔ اسمبلی بم کیس کی اپیل کے بعد جب ملزمان کو لاری میں بٹھا کر جیل لیجایا گیا۔ تو انہوں نے انقلابی نعرے بلند کئے۔ ہجوم میں بھی چند آدمیوں نے نعروں کا جواب دیا۔ پولیس نے اسی وقت دس آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔

نئی دہلی ۹ جنوری۔ اسمبلی میں مسٹر لال چند نول رائے نے ایک ریزولیوشن پیش کیا ہے۔ جس میں سیاسی قیدیوں کی رہائی پر زور دیا گیا ہے۔

لاہور ۱۰ جنوری۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے بورسٹل جیل میں مسمیان بھٹا چاریہ اور بی رلئے کے خلاف مقدمہ کی سماعت شروع کی۔ ملزمان کو ۲۴ نومبر کو رام گلی میں بم پھٹنے کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا تھا عدالت کے سوال پر ملزم بھٹہ چاریہ نے کہا۔ کہ بم اس لئے پھٹا۔ کہ اس میں مصالحہ زیادہ ڈالا گیا تھا۔ ملزم رائے نے اپنے بیان پر دستخط کر دیئے۔ لیکن بھٹہ چاریہ نے انکار کر دیا۔ ملزمان نے صفائی پیش کرنے سے انکار کر دیا فیصلہ ۱۴ جنوری کو سنایا جائیگا۔

نئی دہلی ۹ جنوری۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اسمبلی کا جو اجلاس جنوری میں ہوگا۔ اس میں وائسرائے ہند ایک اعلان کرینگے جس میں گول میز کانفرنس کی غرض وغایت اور اس میں پیش ہونے والے امور بیان کئے جائیں گے۔ تاکہ وہ لوگ جو کانفرنس کے حق میں ہیں۔ انہیں اس کے اصل مقصد کا پتہ لگ سکے۔

نئی دہلی ۱۰ جنوری۔ وائسرائے ہند نے پنڈت موتی لال نہرو مسٹر ٹی پرکاشم۔ لالہ ہنسراج رائے بہادر مکرجی کے اسمبلی کی رکنیت سے اور مسٹر مہندر پرشاد کے کونسل آف سٹیٹ کی رکنیت سے استعفے منظور کر لئے ہیں۔

لاہور ۱۰ جنوری۔ مقدمہ سازش لاہور کے ملزمان کو کمرہ عدالت میں نعرے لگانے کی پاداش میں سپرنٹنڈنٹ بورسٹل جیل نے .... چودہ روز کی قید تنہائی کی سزا دے دی۔

مراد آباد ۱۰ جنوری۔ لکھنؤ پشاور ایکسپریس اور ۵۵۷ اپ مال گاڑی کے درمیان بریلی کے پاس سخت تصادم

ممالک غیر کی خبریں!

لندن ۸ جنوری۔ مسٹر الیگزینڈر کوب سر کلاڈ جیکب کی جگہ دفتر ہند کے ملٹری سکرٹری مقرر ہوئے ہیں۔

رگبی ۵ جنوری۔ کل لیبر پارٹی کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ارل رسل نائب وزیر ہند نے کہا۔ کہ ہندوستان کو نوآبادیوں کے پایہ کی حکومت ایک لحہ میں دینا ممکن نہیں ہے۔ لیکن ۷ جنوری کی اطلاع ہے۔ کہ ارل رسل نے اخبارات کے نام ایک بیان دے کر یہ فقرات کہنے سے انکار کیا ہے۔

ٹیونس ۷ جنوری۔ کلیمان کے نزدیک ایک پل عین اسوقت گر پڑا۔ جبکہ ٹیونس والجیریا کی ڈاک گاڑی پل پر سے گذر رہی تھی۔ گاڑی کے سواریوں سے بھرے ہوئے ڈبے معہ ایک ڈاک کے ڈبہ کے عمیق غار میں جا پڑے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۲ آدمی مر گئے۔ اور ۲۰ آدمی زخمی ہوئے۔

فلاڈلفیا ۸ جنوری۔ ایک مجسٹریٹ کے سامنے مسٹر اور مسز ولیم مائر کی باہم شادی ہوئی۔ اور دونوں نے ایک معاہدے پر دستخط کئے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ "ہم بچہ پیدا کرنے کی غرض سے شادی کر رہے ہیں" شادی کے اس غیر معمولی معاہدے میں جو ایک عام دستاویز کی طرح مسل میں شامل کر لیا گیا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ اگر ہم دو سال کا عرصہ ختم ہونے پر اپنے مقصد یعنی بچہ پیدا کرنے میں ناکام رہے۔ تو ہم میں سے ہر ایک کو حق حاصل ہے۔ کہ دوسرے سے مشورہ کئے بغیر مکمل طلاق کے لئے درخواست دیدے۔ تقریب کے بعد دولہا نے کہا۔ "یہ شادی ایک آزمائشی اتحاد ہے"۔

لندن ۷ جنوری۔ ڈیلی ہیرلڈ کو ایک تار موصول ہوا ہے۔ کہ گورنمنٹ بنگال صورت حالات کا مطالعہ کر رہی ہے لندن اس فکر میں ہے۔ کہ جس وقت موقع پیدا ہو۔ تو طاقت سے کام لیا جائے۔ فوجوں کو ہر وقت تیار رہنے کا حکم دیدیا گیا ہے۔

لندن ۸ جنوری۔ ہندوستان میں اس وقت جو حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ اور وائسرائے ہند کی ٹرین پر بم پھینکے جانے سے جو نیا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے لندن میں حکام کی طرف سے ان لوگوں کی نقل وحرکت کی خاص طور پر دیکھ بھال شروع ہو گئی ہے۔ جو مفویانہ خیالات رکھتے ہیں ہندوستان سے جو طلبا یہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند ایسے ہیں۔ کہ پولیس ان کی نقل وحرکت کی نگرانی سختی سے کر رہی ہے۔

لندن ۸ جنوری۔ لارڈ میسٹن سابق گورنر یوپی لکھتے ہیں۔ انقلاب اور انقلاب انگیزی کیلئے جو دھمکیاں دی جا رہی ہیں یہ خلاف قانون ہیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ دیکھیں۔ کہ قانون کا احترام کس

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)